ہفت روزہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۲۳

ختم نبوة

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

عظمت صحابہ کرامؓ
جس کا ذکر آسمانوں میں

اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں ؟

گناہ گاروں کیلئے خوشخبری

بابری مسجد
تاریخ کا غلط استعمال
جانشین شیخ الاسلام
حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ
صدر جمعیت علماء ہند کا اہم مقالہ

پردہ کا شرعی حکم

ہم قادیانیوں کو
قادیانی یا مرزائی کیوں کہتے ہیں "احمدی" کیوں نہیں کہتے ؟ اداریہ

جاپان سے قادیانی سفیر کو ہٹایا جائے۔

ہفت روزہ "ختم نبوت" اکثر میرے مطالعہ میں رہتا ہے اور میں آپ کی جماعت کی کامیابی کے لیے دعا کرتی ہوں یہ خط میں ایک خاص بات کے سلسلے میں لکھ رہی ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جاپان میں پاکستان کا سفیر قادیانی ہے اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ہر قادیانی چاہے وہ سرکاری عہدے پر ہو یا سول عہدے پر۔ وہ پہلے اپنی جماعت کا وفادار ہوتا ہے بعد میں کسی اور کا لہذا ایسے شخص کو جاپان جیسے ملک میں سفیر کے عہدے پر فائز ہونا نہایت خطرناک امر ہے اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مکرم سفیر منصور احمد کا بیٹو کے پیغمبر کو لوتا پڑتا ہے۔

لہذا میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ منصور احمد کو وہاں سے ملک سفارت کے کام سے ہٹانے کے لیے آپ جماعت ختم نبوت کی طرف سے احتجاج کریں اور ان کو فوری طور پر وہاں سے ہٹانے کے لیے اقدامات کریں۔ ہمیں سخت تشویش ہے۔

نوٹ: میں مرد ہوتی تو خود اس کام میں حصہ لیتی۔ مگر میں صرف دعا کر سکتی ہوں۔ والسلام

آپ کی ایک دینی بہن

حاصل مطالعہ

آپ کے لعاب دہن کی برکات

مولانا منظور احمد الحسینی

حضرت فرش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبا جا رہے تھے۔ جب ہم غرس نامی کنویں پر پہنچے تو اس کا یہ حال تھا کہ ایک شخص اس کا پانی نکال کر گدھے پر لاد لیتا تھا۔ اس کے بعد ہم پورے دن اس کے پانی کے انتظار میں رہتے تھے۔ مگر اس میں ہم پانی نہ پاتے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی میں کلی کی۔ اور کنویں میں اس ڈول کا پانی گرادیا۔ اس کے ملتے ہی وہ کنواں جوش مار کر ابلنے لگا۔ (ابن سعد) بیہقی میں مزید یہ ہے کہ اس کنویں کا پانی پھر کبھی ختم نہ ہوا۔

حبیب بن اساف سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میرے شانہ پر تلوار کی ضرب لگی۔ جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے لعاب دہن لگا کر جوڑ دیا۔ وہ ہاتھ پیوست ہو کر بالکل ٹھیک ہوا۔ (بیہقی)

محمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص لایا گیا۔ جس کے پاؤں میں

باقی ص ۲۲ پر

سعودی عرب کی اہم خدمات پر ایک نظر

ہفت روزہ ختم نبوت ۱۰ تا ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ شمارہ ۱۰ میں اداریہ کی طرف سے خلیج کا بحران اندیشے اور خطرات کے عنوان سے مضمون شائع ہوا ہے جس میں بہت مفید اور اہم امور کا ذکر ہے مگر اس میں سعودی عرب کی حکومت کی بے مثل خوبیوں کو نہیں سراہا گیا۔ یہ سعودی حکومت ہی ہے جس نے انتہائی پریشان دنوں میں بھی آج تک کسی غیر مسلم حکومت کو خواہ وہ انگریز ہوں یا امریکن اپنے ملک میں اندرونی معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں دی۔ سعودی حکومت خوب جانتی ہے کہ کس حسن خوبی سے غیر ملکیوں کو کب اور کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔

سعودی حکومت نے ہمیشہ مسلمانوں کا اور مسلمان حکومتوں کا خیال رکھا، دل کھول کر مدد دی۔ ان کا نصب العین ہمیشہ صرف اور صرف اپنی حفاظت کرنا ہے۔ اور کبھی کسی پر حملہ کرنا ان کا شیوہ ہی نہیں۔ پھر مسلمانوں سے جنگ کرنا یہ سوچ بھی نہیں سکتے۔

عراق نے سعودی عرب کی دولت سے اپنی فوجی قوت بڑھائی نئے نئے اور طرح طرح کے اسلحے خریدے ایران کے دانت کھٹے کر دیئے اور آٹھ سال تک ڈٹ کر مقابلہ کیا ایران کے کچھ حصہ پر اب تک قابض رہے اب اس قدر گرگٹ کی طرح رنگ بدلا کہ ایرانی حکومت سے صلح کر لی اور غیر مشروط پیچھے ہٹ گئے۔ ان کی زمین کا قبضہ چھوڑ دیا۔ اور نو سال پہلے کی پوزیشن پر آ گئے اور دوسری طرف عراقی صدر صدام حسین اعلان کرنے لگے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو آزاد کرائیں گے ہائے کیسے ان ناعاقبت اندیشوں کے منہ سے یہ الفاظ نکلے، یہ سعودی حکومت کا حوصلہ اور حرمین شریفین کی محبت اور دین کی محبت ہے جو اپنی دولت کا کثیر حصہ حرمین شریفین پر بڑے حوصلہ اور فراخدلی سے خرچ کر رہی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جیسی دولت دی ہے ویسا ہی دل بھی دیا ہے۔ مسلمانان عالم کو عراقی صدر صدام حسین کے ان الفاظ سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ سعودی عرب جیسی حکومت تو ساری دنیا میں نہیں۔ کویت پر جا عرب ملک ہے مشورہ کے بغیر قابض ہو جانے سے ہی صدام حسین کی خصلت کا معلوم ہو جاتا ہے اور اس کے عزائم سامنے آ جاتے ہیں۔

تیل کی وجہ سے کسی نہ کسی غیر مسلم بڑی حکومت سے معاہدہ کرنے پر سعودی عرب کی حکومت اس زمانہ میں مجبور تھی اور اب بھی مجبور ہے۔ جب تک مسلمان ایک بڑی قوت نہیں بن جاتے یہ مجبوری رہے گی۔ لہذا اسی مجبوری امریکیوں سے معاہدہ کرنا پڑا کہ امریکن تیل کی دیکھ بھال کریں گے، کمپنی چلائیں گے تیل کی حفاظت کریں گے، اور یہ امریکی سعودی عرب کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں وغیرہ وغیرہ۔

احقر کو یہ سب لکھنے کی غرض صرف یہ ہے کہ ادارہ کی طرف سے سعودی عرب کے متعلق بھی ایک اہم مضمون شائع ہونا ضروری ہے تاکہ حقیقت سامنے آ جائے۔ اب جیسا آپ حضرات خیال فرمائیں۔

فقط والسلام۔ احقر دعاگو نصرت جمیل۔

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

۲ تا ۸ ربیع الثانی ۱۴۱۱ ہجری مطابق ۹ تا ۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء | جلد نمبر ۹ | شمارہ نمبر ۲۳

مدیر مسئول عبدالرحمن باوا

اس شمارے میں

۱۔ بزم ختم نبوت ۲
۲۔ نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ۴
۳۔ ہم تمہیں قادیانی یا مرزائی کیوں کہتے ہیں (اداریہ) ۵
۴۔ اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۷
۵۔ عظمت صحابہ کرامؓ ۹
۶۔ دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں؟ ۱۱
۷۔ پردہ کا شرعی حکم ۱۳
۸۔ گناہ گار بندوں کیلئے خوشخبری ۱۴
۹۔ بابری مسجد اور تاریخ کا غلط استعمال ۱۶
۱۰۔ ورک معدہ کیلئے کورنٹ خشک ہے ۲۲
۱۱۔ مرزا طاہر پوتا اور مرزا قادیانی دادا ۲۳
۱۲۔ انگلش سیکشن ۲۴

[illegible]

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا مفتی احمد الرحمن | مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا منظور احمد الحسینی | مولانا بدیع الزمان
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

سرکولیشن منیجر

محمد انور

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ
کراچی ۷۴۴۰۰ پاکستان
فون نمبر [illegible]

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 071-737-8199.

چندہ

سالانہ ۱۵۰ روپیہ
ششماہی ۷۵ روپیہ
سہ ماہی ۳۵ روپیہ
فی پرچہ ۳ روپیہ

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک
۴۵ ڈالر

چیک یا ڈرافٹ بنام "ہفت روزہ ختم نبوت"
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۳۷۳ کراچی پاکستان
ارسال کریں

نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

از: پروفیسر وسیم فاضلی

نام جس کا لوحِ ہفت افلاک پر تحریر ہے
وہ محمد مصطفیٰؐ کی ذاتِ پُر تنویر ہے

اِس کے ہر قول و عمل میں کس قدر ہے ارتباط
اس زمیں پر وہ خدائے پاک کی تنویر ہے

آج تک نازاں ہے خالق اپنی جس تخلیق پر
وہ محمد مصطفیٰؐ کی دوستو تصویر ہے

ضابطے صدیوں کے جس کے واسطے توڑے گئے
ایک ہی انسان ہے وہ ایک ہی رہگیر ہے

سبز گنبد کی زیارت جس کو ہو جائے نصیب
اس جہاں میں سمجھ لو وہ صاحبِ تقدیر ہے

وہ ہی فرمانِ خدا ہے جو ہے فرمانِ رسولؐ
یہ ہی لوحِ وقت پر اک نور کی تحریر ہے

ان کی خاکِ پا سے چہروں کو سجاتے ہیں ملک
اُن کی خاکِ پا فرشتوں کیلئے اکسیر ہے

جب سے میں لکھنے لگا ہوں نعتِ سرکارِ اُممؐ
اہلِ بینش کی نظر میں میری بھی توقیر ہے

اُنؐ کی سیرت پر فرشتے رشک کرتے ہیں وسیمؔ
اُنؐ کی سیرت سر بسر قرآن کی تفسیر ہے

ہم قادیانیوں کو قادیانی یا مرزائی کیوں کہتے ہیں احمدی کیوں نہیں کہتے؟

گزشتہ دنوں ایک قادیانی امیدوار نے ٹی وی انٹرویو دیا۔ اس نے کہا کہ گو میرا تعلق لاہوری پارٹی سے ہے۔ لیکن میں "احمدی ہوں" اس نے کہا ہمیں اس بات کا بہت افسوس ہے کہ ہم اپنے کو احمدی کہلوانا پسند کرتے ہیں لیکن ہمیں خواہ مخواہ قادیانی یا مرزائی کہا جاتا ہے جو جس نام کو پسند کرتا ہو اس کو اسی نام سے پکارا جانا چاہیئے۔

ہم نے اس کے اصل الفاظ نقل نہیں کیئے بلکہ خلاصہ نقل کیا ہے۔ اس نے اپنے انٹرویو میں یہ تسلیم کر لیا کہ ہم دو گروپ ہیں۔ ایک لاہوری گروپ ہے جس کا وہ پیروکار ہے۔ دوسرے گروپ کا اس نے نام نہیں لیا لیکن اس دوسرے گروپ کو ربوہ یا قادیانی گروپ کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں ہی خود کو "احمدی" کہلواتے ہیں۔ اور یہ دونوں مرزا قادیانی کے پیروکار ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری گروپ (مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کے برعکس) اسے مجدد اور مہدی تک محدود رکھتا ہے جبکہ ربوہ قادیانی گروپ اسے نبی بھی مانتا ہے بلکہ اس کے تمام دعاوی پر اس گروپ کا ایمان ہے۔

مرزا قادیانی کی تمام کتابیں اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ خود کو احمد نہیں لکھتا تھا بلکہ وہ اپنا پورا نام اس طرح لکھتا تھا "مرزا غلام احمد قادیانی"...... جب ان کا اپنا پیشوا یا ان کے عقیدے کے مطابق، مجدد، مہدی، مسیح اور نبی خود کو فخر سے مرزا اور قادیانی لکھتا تھا تو اس کے پیروکاروں کو اگر مرزائی یا قادیانی کہہ دیا یا لکھ دیا جائے تو وہ چڑتے کیوں ہیں؟ ہم مسلمان تاجدار ختم نبوت سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ آپ کے یوں تو ننانوے اسم مبارک ہیں۔ لیکن محمدؐ اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دو اہم اسم مبارک ہیں۔ ان مبارک ناموں کی نسبت سے اگر ہم مسلمانوں کو کوئی محمدی اور احمدی کہتا یا لکھتا ہے تو ہمیں بے انتہا خوشی محسوس ہوتی ہیں یا ہمیں کوئی مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی نسبت سے مکی یا مدنی کہتا ہے تو اس سے بھی کوئی مسلمان چڑتا نہیں۔ بلکہ یہ اس کے لیے فخر کی بات ہے اس لیے مرزائے قادیانی جھوٹے مدعی نبوت کے پیروکار خواہ وہ لاہوری ہوں یا قادیانی انہیں قادیانی کہہ دینے یا لکھ دینے سے چڑنا نہیں چاہیئے خوشی محسوس کرنی چاہیئے۔

مرزا قادیانی کا اصل نام جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے "احمد" نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ اگر قادیانی یہ کہیں کہ جناب ہم اس لیے احمدی ہیں کہ ہمارے مجدد یا نبی کا نام غلام احمد تھا تو ہم ان سے یہ کہیں گے کہ اگر کسی شخص کا نام غلام رسول ہو اور وہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح نبوت و رسالت کا مدعی بن بیٹھے اور جماعت رسولیہ کے نام سے اپنی جماعت بھی تیار کر لے اور اس کی جماعت اپنے آپ کو رسولی جماعت کہلوانے لگ جائے اور دلیل بھی یہی دے کہ ہمارے رسول کا نام چونکہ غلام رسول ہے اس لیے ہمیں رسولی کہا جائے گا؟ ہمارے خیال میں اس کو رسولی جماعت کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس کی جماعت کو ہی نہیں بلکہ خود غلام رسول کو بھی تسلیم کر لیا جو رسالت اور نبوت کا دعویدار ہے۔ ہمارے نزدیک خواہ کوئی غلام محمد ہو، غلام احمد ہو یا غلام رسول ہو وہ غلام تو ہو سکتا ہے (بشرطیکہ راہ ہدایت پر بھی قائم رہے مرزا قادیانی کی طرح بھٹک نہ جائے) محمدؐ، احمدؐ اور رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر قادیانی خود کو غلام احمدی کہتے تو بات ٹھیک تھی اب وہ خود کو احمدی کہتے ہیں تو ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر کوئی دلیل ہے تو وہ بے وزن ہے اور اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔

یہاں ہم اس بات کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قادیانی خواہ ان کا تعلق لاہوری گروپ سے ہو یا ربوہ گروپ سے از روئے اسلام مرتد، زندیق اور کافر ہیں اس لیے وہ اسلامی اصطلاحات اور اسلامی شعائر کا استعمال نہیں کر سکتے۔ پاکستانی قانون میں بھی وہ غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں اور صدر ضیاء الحق مرحوم کے جاری کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت بھی اسلامی اصطلاحات اور اسلامی شعائر کا استعمال ان کے لیے ممنوع ہے۔ پہلے قادیانی مرزا قادیانی کی بیویوں کو امہات المومنین کہتے اور لکھتے تھے۔ اس طرح اس کے جانشینوں کو خلیفہ اول، دوم، سوم اور چہارم تحریر کرتے تھے اب "امام" لکھتے ہیں (البتہ مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے اور ملک میں انتشار پیدا کرنے کیلئے کبھی کبھار اپنے اخبارات و رسائل میں شرارتاً یہ اصطلاحات استعمال کر دیتے ہیں) جس طرح امہات المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اہل بیت یعنی آپ کی ازواج مطہرات کو کہا جاتا ہے اور آپ کے جانشینوں کو خلیفہ اول، دوم، سوم اور چہارم کہا جاتا ہے اسی طرح آپ کے مبارک اور مقدس نام احمد کی نسبت سے احمدی صرف مسلمان ہی کہلا سکتے ہیں جو آپ کو تمام انبیاء کا امام اور آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے بعد ہر قسم کی نئی نبوت کا دروازہ بند سمجھتے ہیں اس لیے "احمدی" کا لفظ بھی اسلامی اور مسلم شعائر میں سے ہے لہذا قادیانیوں کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود کو احمدی کہیں بلکہ ان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے کو قادیانی یا مرزائی ہی کہلوائیں۔

ہم مذکورہ امیدوار اور دوسرے لاہوری قادیانیوں کو اس بات کی طرف بھی توجہ دلا دیں کہ ربوائیوں کے ایک "مفتی" نے جس کا نام محمد صادق سیالکوٹی ہے اس عنوان کے تحت مضمون لکھا تھا کہ "ہم قادیانی کیوں ہیں؟" جس میں اس نے اپنے قادیانی ہونے کی بہت سی وجوہات بیان کی ہیں۔ اس مضمون کو ربوائیوں کے دوسرے پیشوا آنجہانی جہنم مکانی مرزا محمود کی تائید حاصل ہے اور جس کی تردید بھی نہیں کی گئی وہ مضمون ایک جنتری میں (جو ہمارے پاس محفوظ ہے) شائع ہوا ہے جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اس میں ربوائیوں نے اپنے قادیانی ہونے پر فخر کا اظہار کیا ہے لہذا ربوہ گروپ کی طرح لاہوری گروپ کو بھی چاہیے کہ وہ قادیانی یا مرزائی ہی کہلوائیں احمدی نہ کہلوائیں۔ اگر قادیانی امیدوار صاحب اپنے کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہوئے اقلیتی نشست پر انتخاب میں حصہ لے کر پاکستان کے اس قانون کو قبول کر لیتے ہیں تو اسے اور تمام لاہوری اور ربوائی قادیانیوں کو امتناع قادیانیت آرڈی نینس بھی قبول کر لینا چاہیے اور اسلامی اصطلاحات وشعائر کا استعمال ترک کر دینا چاہیے اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو پھر انہیں یہ بات اچھی طرح یاد رکھ لینا چاہیے کہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تاریخ پھر دہرائی جا سکتی ہے۔ بلکہ اب اگر تحریک اٹھی تو وہ ایسا طوفان ہوگی جو فتنۂ قادیانیت کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی۔ اس لیے تمام قادیانیوں کو اب عقل وخرد سے کام لینا چاہیے۔

سابق مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب جناب ریاض فتیانہ صاحب کا وضاحتی بیان

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں نواز شریف کے مشیر خصوصی جناب ریاض فتیانہ ایم پی اے کے بارے میں ہفت روزہ ختم نبوت میں ایک اداریہ لکھا گیا تھا وہ اداریہ ایک رپورٹ اور ایک خبر کی بنیاد پر لکھا گیا تھا جو مختلف رسالوں میں شائع ہوئی۔ اس میں گو ہم نے انہیں قطعی اور یقینی طور پر قادیانی نہیں لکھا تھا لیکن مختلف حقائق بیان کرنے کے بعد لکھا تھا کہ یہ قادیانی نہیں تو قادیانی نواز ضرور ہیں۔ ان کا علاقہ کمالیہ کا ہے وہ الیکشن کے امیدوار تھے۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ وہاں اٹھ کھڑا ہوا۔ الیکشن سے چند روز قبل وہ مدرسہ فاروقیہ گئے اور مندرجہ ذیل بیان تحریر کیا۔ افسوس ہے کہ یہ دیر سے موصول ہوا پہلے پہنچتا تو الیکشن سے قبل ہی شائع ہو جاتا۔ تاخیر اور الیکشن گزر جانے کے باوجود بھی ہم ان کا یہ بیان شائع کر رہے ہیں۔ وضاحتی بیان یہ ہے۔

"آج مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۰ء کو مدرسہ جامعہ فاروقیہ کمالیہ میں، میں ریاض فتیانہ، سابق ایم۔ پی اے وسابق مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب سربراہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان حاضر ہوا اور علمائے دین کے ساتھ تفصیلی تبادلہ خیالات ہوا۔ اس نے ذیل کا بیان دیا۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے شمارہ نمبر ۹، جلد نمبر ۹، بتاریخ ۳ تا ۹ اگست ۱۹۹۰ء کے اداریہ بعنوان "وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشیر تعلیم ریاض فتیانہ کون ہے؟" میں نے غور سے پڑھا ہے اور اس پر میرا موقف مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ یہ الزام کہ (QSF) کیو ایس ایف کا مطلب قادیانی اسٹوڈنٹس فیڈریشن ہے قطعاً غلط ہے۔ اس کا مطلب قائد اعظم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ہے۔ اور یہ مسلم طلبہ کی تنظیم تھی جو کہ اب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن (MSF) میں مدغم ہو چکی ہے۔ اس تنظیم نے باقاعدہ انتخاب لڑ کر بھاری اکثریت سے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں اپنی یونین (اسٹوڈنٹس یونین) بنائی اور اس یونیورسٹی میں ۹۹ فیصد سے بھی زائد مسلمان طلبہ ہیں۔ یقیناً وہ کسی قادیانی شخص کو منتخب نہیں کر سکتے۔

۲۔ ناصر نامی کسی قادیانی کی غائبانہ نماز جنازہ میں میں نے قطعاً شرکت نہیں کی۔

۳۔ میں نے کبھی زندگی میں مرزا طاہر کی شکل ہی نہیں دیکھی ان سے ملاقات یا تصویر بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ میں راسخ العقیدہ مسلمان ہوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہوں اور قادیانی مرزائی خواہ وہ لاہوری، ربوہ یا کسی اور جگہ سے ہوں کو بالکل مسلمان نہیں مانتا اور انہیں کافر سمجھتا ہوں اور یہ مرتد ہیں۔

Fityana ریاض فتیانہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۰ء

آج مورخہ ۲۲ ستمبر کو جناب ریاض فتیانہ صاحب جامعہ فاروقیہ میں تشریف لائے۔ محمد احمد لدھیانوی خطیب جامعہ فاروقیہ مولانا حفیظ الرحمن خطیب جامعہ کریمیہ قاری حبیب اللہ صاحب انور اور دیگر معززین شہر کی موجودگی میں فتیانہ صاحب نے مذکورہ وضاحتی بیان دیا جس پر تمام معززین اور علماء کرام مطمئن ہو گئے۔

(دستخط، محمد احمد لدھیانوی، قاری حبیب اللہ انور، حفیظ الرحمن رشیدی)

اتباعِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

تحریر: محمد اقبال، حیدرآباد

قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ط
واللہ غفور رحیم ہ (قرآن)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے اگر اللہ کی محبت ہو تو مری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی دلیل و علامت اور اپنی محبوبیت و مغفرت کا باعث قرار دیا۔

دین نام ہے اتباع رسول کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہی ایمان کی جان ہے۔ محبت کی کسوٹی اتباع و فرمانبرداری ہے جب صحابہ کرامؓ محبت کی دولت سے سرشار و مالا مال ہوئے تو انہوں نے اپنی ساری طاقت آپؐ کی تابعداری اور اطاعت میں صرف کردی۔ اس کی بہترین مثال سعد بن معاذؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے اپنی اور جماعت انصار کی جانب سے "بدر" سے قبل کہا تھا "میں انصار کی طرف سے شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں اور ان کی جانب سے جواب بھی دیتا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں قیام ہوں جس کا تعلق چاہیں قائم رکھیں اور جس کا چاہیں توڑ دیں اور ہمارے مال و دولت سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں جو کچھ آپ ہم سے لے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپؐ چھوڑ دیں گے اور جس بارے میں جو حکم فرمائیں گے ہم اس کے تابع ہوں گے۔ بخدا آپ برک غمدان تک چلے جائیں تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑیں گے اور خدا کی قسم اگر آپؐ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے۔"

ایمان اور تابعداری کی بدولت ان صحابہ میں خالد بن ولیدؓ سیف من سیوف اللہ پیدا ہوئے۔ کل اُمت خیر الامم بن گئی جنگل کے درندے اور سوسمار کھانے والے ریگستان کے پتھروں کو پوجنے والے لوگوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن مبارک کو تھاما تو ترقی کے کتنے درجے پر پہنچ گئے۔ آج دنیا حضرت عمرؓ جیسا مدبر عادل حکمران اور سیاست دان پیش نہیں کر سکی عدل و انصاف سے دنیا بھر دی جدھر گئے فتوحات نے ان کے قدم چومے۔

عبداللہ بن یزید صحابی کا ذکر ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اہل و عیال سے زیادہ پیارے ہیں جب حضورؐ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا اور حضورؐ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں مگر میں اپنی موت اور حضورؐ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضورؐ تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضورؐ کا دیدار نہ پاسکوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی تو ان کے قلب کو سکون ملا۔ "ومن یطع اللہ والرسول
فاولٰئک مع الذین انعم اللہ
علیہم (القرآن)

ترجمہ:۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا کا انعام ہوا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صحابی آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے پوچھ لیا کہ کو دیکھتا ہے بولتا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوا ہے صحابی... حضورؐ کے چہرہ انور کو دیکھ رہا ہے... کیا دور ہوگا وہ بھی؟ حضورؐ کے چہرہ انور کی زیارت صبح و شام کرتے ہوں گے۔ کیا خوش نصیب تھے صحابہ۔ فرمایاؐ جس نے ایمان کی حالت میں مجھے دیکھا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

آپ حضرات اور آپ حضرات کی اولاد ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے جھوٹے قصوں پر مشتمل ناول اور ڈائجسٹ پڑھتی ہے کیا آپ اور آپ کی اولاد سیرت پاک کا بھی مطالعہ کرتی ہے؟

آپؐ پوچھ رہے ہیں کہ بھائی کیا دیکھتے ہو؟ صحابی بیٹھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضورؐ میں صرف آپؐ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اور اس لیے بھی کہ آج زیارت کر لوں۔ قیامت میں آپؐ کا مقام، مقام محمود ہوگا جنت میں اونچا مقام ہوگا۔ وہاں نہ معلوم کہیں موقع ملے گا جانے کا کہ نہیں ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس کے جذبہ صادق کو دیکھ کر قرآن مجید کی آیتیں اتر گئیں۔

ترجمہ:۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا قیامت کو ان کے ساتھی ہم بنائیں گے کہ جن پر ہمارے انعام ہوئے۔ مرتبے اپنے اپنے ہوں گے۔ ملاقاتوں میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔

غزوۂ احد کا واقعہ ہے ایک نوجوان جن کا نام سعد بن ربیعؓ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ جا کر دیکھو سعدؓ کس حال میں ہے؟ صحابہؓ پہنچتے ہیں۔ موت اور حیات کی کشمکش میں ہیں۔ زخموں سے چور چور ہیں۔ صحابہؓ نے کہا "امام الانبیاءؐ سلام کہتے ہیں سعدؓ! کتنے خوش نصیب تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا۔ چنانچہ فرمایا۔ سعد! اللہ کے نبی سلام کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں کس حال میں ہو؟ مقام دیکھئے بدن زخموں سے چور چور ہے موت و حیات کی کشمکش میں ہیں۔ کہتے ہیں مرے بھائیو! مری طرف سے امام الانبیاء کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔ سعد عرض کرتا ہے اللہ کے نبیؐ! جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یہ تو حضورؐ کی خدمت میں عرض کرنا اور تمہارے لیے مرا یہ پیغام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں کچھ کوتاہی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ کے سامنے تم سے کچھ جواب نہ بن پڑے گا۔

اے مدینے والو! دیکھنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر اپنی جانوں کو نثار کر دینا جب تک مدینے کا ایک بچہ بھی باقی ہے۔ امام الانبیاء پر خراش تک نہ آنے دینا۔ یہ کہا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آج ہم مسلمان اطاعت گزار بننے کی بجائے "جلوس باز" بن کر رہ گئے ہیں۔ اصل چیز اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اگر اطاعت نہیں تو سب کچھ بے وزن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسولؐ معتبر تھا اور محبت نبی اور تعظیم و احترام نبی کے تقاضوں کو ہم سے زیادہ جانتے اور پہچانتے تھے۔ کیا جلوس نکالے؟

میلاد النبیؐ کے جشنوں کو دیکھنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خدوخال ہیں دیکھنے کی بجائے میلاد کے ان رنگین جشنوں، بینڈ باجوں کے ساتھ اٹھنے والے جلوسوں کو ان غیر شرعی ہنگاموں میں دیکھتے ہیں۔ آخر یہ جلوس مشعل بردار جلوس، جھنڈیاں چراغاں، جھنڈے سجانا، گھوڑے کھڑکانا، ہارمونیم کے ہمراہ نعلیں وغیرہ سجانا اور اس قسم کی دوسری چیزیں کون سے اسلام کی ترجمان ہیں؟ مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں یہ تعلیم ہرگز نہ دی تھی۔ عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھول طبلوں سارنگیوں اور فلمی گانوں کے ساتھ یوم میلاد منانا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

آج میلاد النبیؐ کے جلوسوں میں نوجوانوں کے غول کے غول جانوروں کی بولیاں بولتے لڑکیوں پر آوازے کستے ہیں عورتوں کو شوق چراتا ہے روشنیاں دیکھنے جلوس دیکھنے گھروں سے چلی آتی ہیں اور بے تحاشا قہقہوں کے نرغہ میں بزعم خویش ثواب دارین حاصل کرتی ہیں۔ بے پردہ بے نقاب نکلتی ہیں اس پیغمبر اعظم کا پیدائش کا دن منانے ہیں جس کی آنکھوں میں کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیا تھی۔

ربیع الاول کا مقدس مہینہ.... شادیوں کا زور.... اور لاؤڈ سپیکر پر فحش اور بیہودہ فلمی گانوں کی یلغار تک.... آقا سے بغاوت کیوں؟ آپؐ کی پیدائش کا مہینہ بھی یہی اور وفات کا مہینہ بھی یہی.... کیا اس مہینہ میں گانوں پر پابندی نہیں لگ سکتی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کا علم بڑا پرچار کرتے ہیں لیکن عملاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بالکل دور ہیں کوئی ان سے تعلق نہیں۔ تو کیا یہ عشق رسولؐ جھوٹا نہیں ہے؟ یعنی دعویٰ کچھ اور عمل کچھ.... مسلسل نافرمانی۔ ہماری زندگی کا وہ کون سا گوشہ ہے یا ہماری نوجوان نسل کا وہ کون سا طریقہ ہے جو شیطان کی تقلید سے بچا ہوا ہے۔ ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ کفار و فجار کی تقلید میں بسر ہوتا ہے۔ ہمارا لباس ان کے لباس جیسا ہماری خوراک ان کی خوراک جیسی۔ ہماری ثقافت ان کی ثقافت جیسی۔ ہمارے معاملات ان کے معاملات جیسے۔ ہمارا قانون ان کے قانون جیسا۔ ہماری تعلیم ان کی تعلیم جیسی۔ ہمارے خیالات و اعتقادات ان کے خیالات و اعتقادات جیسے بلکہ اب تو ہماری عبادات ان کی عبادات جیسی اور ہماری موت و حیات ان کی موت و حیات جیسی۔ ان میں سے کون سی چیز ہے جسے ہم اپنی یعنی خالص اسلامی کہہ سکیں۔ یہ سارے طور طریقے غیروں سے درآمد شدہ ہونے کے باوجود ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ کیا یہی عشق رسولؐ ہے؟ کیا یہی اتباع رسولؐ ہے؟

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو اتباع رسولؐ کو اوڑھنا بچھونا بناؤ۔ ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

باغی اور نافرمان بردار اور اطاعت گزار کے درجے جدا جدا ہیں۔ حضرت بلالؓ کے وجود کو بھی مٹی لگی ہوئی ہے۔ ابولہب کے وجود کو بھی مٹی لگی ہوئی ہے۔ ابولہب ہاشمی خاندان میں سے ہے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔ ابولہب.... خوبصورت چہرہ ہے۔ ابولہب کو ابولہب کہتے اس لیے تھے۔ لہب کہتے ہیں آگ کے شعلے کو۔ اصل نام عبدالعزیٰ تھا خوبصورت چہرے والا تھا۔ آگ کی طرح چہرہ چمکتا تھا۔ اس لیے اس کو ابولہب کہتے تھے۔ بلال حبشیؓ بھی مٹی کا.... یہ کالے رنگ والا حبش کا بیٹا والا توتلی زبان والا، غلام اور غریب ہیں مار پڑ رہی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گزرے۔ انہوں نے اس کے آقا سے کہا۔ کیوں مارتے ہو؟ اس لیے مارتے ہو کہ کہتا ہے ربی اللہ ہے؟ کہا تم آزاد کرانا چاہتے ہو۔ اتنی رقم دے دو۔ رقم اتنی مانگ لی شاید ابوبکر ادا نہ کر سکیں۔ ابوبکر گھر گئے۔ گھر سے پونجی لے آئے۔ انبار لگا دیے ڈھیر لگا دیے۔ حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا۔ باپ نے پوچھ لیا۔ ابوبکر صدیق سے کہ بیٹا! کتنے میں غلام خریدا ہے؟ فرمایا: اتنے سے۔ کہا اگر اتنا پیسہ خرچ کرنا تھا اتنی کثیر رقم خرچ کرنی تھی تو پھر کوئی مضبوط غلام خرید کے لاتا۔ کوئی خوبصورت غلام ہوتا۔ کوئی عربی زبان والا غلام ہوتا۔ یہ رقم خوردہ غلام، مار کھا کھا کے چھالے پڑے ہوئے ہیں سوکھا ہوا اندام، کالے رنگ والا، حبشی زبان والا، توتلی زبان والا غلام خرید لایا ہے۔ پیسے اتنے خرچ کر دیے۔

صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں میں نے تو چند ٹھیکریاں دی ہیں۔ جان خریدی ہے۔

الحمد للہ بڑی سستی خریدی ہے اس کی قیمت تو دنیا میں کوئی چیز نہیں بن سکتی۔ سارے جہان کا خزانہ ایک طرف رکھا جائے۔ ساری دنیا کی چاندی سونا ایک طرف رکھا جائے

باقی صفحہ ۲۵ پر

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر این ۔ ۹۱ ۔ صرافہ
میٹھادر کراچی فون ۲۳۰۵۵۷۲

عظمتِ صحابہ کرامؓ ۔ جس کا ذکر آسمانوں میں

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

حضرت عمرؓ کو دیکھ کر راہب نے گواہی دی!

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں زمانۂ جاہلیت میں قریش کے کچھ آدمیوں کے ساتھ تجارت کے سلسلہ میں شام گیا۔ جب ہم وہاں سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو میں ایک ضرورت پوری کرنا بھول گیا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا میں ابھی آپ کے پاس پہنچنے والا ہوں (میں ان کے پاس سے چلا) تو واللہ میں نے دیکھا کہ میں ایک بازار میں ہوں اور ایک بطریق (پادری) کے سامنے کھڑا ہوں۔ بطریق نے میری گردن پکڑی میں اس سے گردن چھڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اسی طرح مجھے کنیسہ میں لے گیا وہاں میں نے دیکھا کہ مٹی کا ایک تودہ ہے۔ تب بطریق جا ہوا ہے۔ بطریق نے کدال اور ایک ٹوکری میرے ہاتھ میں دی اور کہا اس مٹی کو ہٹا دو۔ اب میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کس طرح کروں۔ وہ بطریق دوپہر میں پھر آیا اور کہنے لگا کہ میں تو دیکھتا ہوں تو نے کچھ بھی مٹی نہیں ہٹائی پھر مکّا بنا کر میرے سر کے بیچ مارا۔ اب میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی پر مارا تو اس کا بھیجا نکل پڑا۔ اب میں فوراً وہاں سے نکلا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ کہاں جاؤں۔ بہرحال میں اس تمام دن اور رات چلتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو میں ایک دیر (گرجا) پر پہنچا۔ اور اس کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ ایک آدمی میری طرف نکل آیا۔ کہنے لگا بندۂ خدا! یہاں کیسے آیا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر بھٹک گیا ہوں۔ وہ میرے لیے کھانا اور پانی لایا اور بہت غور سے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر کہنے لگا دیکھو صاحب اہل کتاب جانتے ہیں کہ آج مجھ سے زیادہ کتاب (بائبل) کا ماہر کوئی نہیں۔ مجھے آپ کی وہ شان نظر آ رہی ہے کہ آپ اس دیر سے ہمیں نکالیں گے اور اس شہر پر قابض ہوں گے۔ میں نے کہا عمر نام ہے (ابن خطاب) کہنے لگا۔ واللہ بے شک آپ ہی ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر میرے نام یہ دیر اور جو کچھ اس میں ہے سب لکھ دیجئے۔ میں نے کہا بھائی تم نے ایک احسان کیا ہے ایسی باتیں کر کے اس کا مزا کرکرا مت کرو۔ مگر اس نے یہی مطالبہ کیا کہ تحریر کر دو اور اب یہ بکری چمڑے کے ورق میں یہ تحریر باقاعدہ لکھ دیجئے۔ کہنے لگا اس میں آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ اگر آپ واقعی وہی شخص ہیں تو پھر ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اور اگر آپ وہ شخص نہیں ہیں تب بھی آپ کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے۔ میں نے قصہ ختم کرنے کے لیے کہا اچھا لاؤ۔ چنانچہ میں نے تحریر لکھ کر دے دی اور اس پر اپنی مہر بھی لگا دی۔

پھر جب حضرت عمر فاروق اعظمؓ اپنے دورِ خلافت میں شام آئے تو یہی راہب حاضر خدمت ہوا۔ جب عمرؓ نے اس کو دیکھا تو بہت تعجب ہوا۔ اور ہم سے یہ بیتا ہوا واقعہ بیان کرنے لگے۔ راہب نے کہا جو شرط تھی پوری کر دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا۔ جو کچھ طے ہوا ہے نہ عمر کا ہے نہ ابن عمر کا

(حمد زریں صفحہ ۵۰۰)

چار یارؓ کا ذکر بعثت رسولؐ سے دو ہزار سال پہلے لکھا ہوا تھا

۲: جب سوریہ فتح کیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک کنیسہ (مندر) پر سونے سے لکھا ہوا تھا۔ بہترین خلفت وہ ہیں جو اپنے اسلاف کو برا کہیں۔ سلف کا ایک شخص خلف کے ہزار افراد سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار ہو آپ نے فخر و مباہات کی عزت حاصل کی۔ کیونکہ ملک جبار (خداوند کریم) نے آپ کی ثنا کی۔ چنانچہ اپنی کتاب میں جو نبی پر نازل ہوئی ارشاد فرمایا ہے۔ دو شخصوں میں سے ایک جبکہ وہ دونوں غار میں تھے

اے عمرؓ آپ والی نہیں ہیں بلکہ والد ہیں۔ اے عثمانؓ آپ کو مغلوب کر کے شہید کر ڈالا۔ اور جب آپ کو دفن کیا جا رہا تھا تو لوگوں نے آپ کے چہرے کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔

اے علیؓ! آپ ابرار (نیک لوگوں) کے مقتدا اور پیشوا ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی مدافعت کرنے والے۔ پس دیکھو۔ یہ صاحب غار ہیں یہ یکتا اخیار (نیک لوگوں میں یکتا) ہیں۔ یہ خیار الامصار ہیں اور یہ امام الابرار ہیں جو شخص ان کی توہین و تنقیص کرے اس پر جبار (خداوند عالم) کی لعنت ہو۔ اس عبارت کو تقریر پر دیکھنے کے بعد ہم نے یہاں کے پادری سے جو اس قدر بوڑھا تھا کہ اس کی بھوئیں بھی لٹک کر آنکھوں پر آ پڑی تھیں۔ دریافت کیا کہ تمہارے اس کنیسہ کے دروازے پر یہ کتنے سو برس سے لکھا ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت سے دو ہزار سال پہلے سے (حمد زریں صفحہ ۴۹۴)

حضرت ابوبکرؓ کی نشانی پہلی کتابوں میں!

حضرت صدیق اکبرؓ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے یمن گیا۔ وہاں قبیلہ ازد کے ایک بوڑھے عالم کے یہاں قیام کیا جنہوں نے آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ تین سو نوے سال ان کی عمر تھی۔ مجھ سے فرمانے لگے میرا خیال ہے تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے جواب دیا درست ہے پھر کہنے لگے میرا خیال ہے تم قریشی ہو۔ یہ بھی ٹھیک ہے پھر فرمایا تم خاندان تیم سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ صحیح ہے۔ آپ سے ایک بات اور معلوم کرنی باقی رہ گئی ہے۔ آپ ذرا اپنا پیٹ کھول کر دکھا

دیکھئے ۔ یہ کیوں؟ میں نے عرض کیا فرمایا ہم نے علم صادق میں یہ مطالعہ کیا ہے کہ حرم (مکہ) میں ایک نبی پیدا ہوگا اس کی ایک نوجوان اور سن رسیدہ (ادھیڑ عمر) کا آدمی امداد کرے گا، نوجوان کی شان تو یہ ہوگی کہ سختی سے سخت کاموں میں پوری مستعدی سے گھسنے والا اور مشکلات کو سامنے سے ہٹا دینے والا ہوگا۔ ادھیڑ عمر کی علامتیں یہ ہوں گی، سفید رنگ، لاغر دبلا، اس کے پیٹ پر ایک تل اور اس کی بائیں ران پر ایک نشان ہوگا۔ تو اب اس میں آپ کا کیا حرج ہے، کہ آپ پیٹ کھول کر دکھا دیں، کیونکہ اور علامتیں تو آپ میں پائی جا رہی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے پیٹ کھول کر دکھلایا تو انہوں نے یہ کالا تل دیکھا جو میری ناف کے اوپر ہے اور کہا آپ وہی ہیں، قسم رب کعبہ کی۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے دین کو مضبوط کیا جائے گا

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قیصر نے اپنی قوم کے علماء کو اسلام کی دعوت میں متنفر پایا تو مجلس برخاست کر دی اور دوسرے روز مجھ کو علیحدہ ایک عالی شان محل میں بلایا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ محل کے چہار جانب تین سو تیرہ تصاویر لگی ہوئی ہیں۔ قیصر نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یہ کل تصاویر جو تم دیکھ رہے ہو رسولوں اور نبیوں کی ہیں، کیا تم بتا سکتے ہو کہ ان میں سے تمہارے صاحب کی شبیہ کون سی ہے۔ میں نے غور و فکر کر کے ایک شبیہ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شبیہ، بادشاہ نے کہا بے شک یہی آخری نبی کی شبیہ ہے۔ قیصر نے دریافت کیا کہ اس تصویر کی داہنی جانب کس کی شبیہ ہے، میں نے جواب دیا کہ یہ نبی آخر الزمان کے ایک رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے پوچھا کہ بائیں جانب کس کی شبیہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ اسی نبی کے دوسرے رفیق عمر بن خطابؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے یہ سن کر کہا کہ توراۃ کی پیش گوئی کے مطابق یہی وہ دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں دین کی تحقیق کمال کو پہنچے گی۔

حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ میں جب سفارت کو انجام دے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا تو یہ تمام قصہ آپ کو سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیصر نے سچ کہا، واقعی اس دین کی ترقی ان ہی دو شخصوں کے ہاتھ کمال کو پہنچے گی ..... قیاس اس کو چاہتا ہے کہ روم کے عیسائی بادشاہوں نے عہد قدیم (توراۃ) عہد جدید (انجیل) کی بیان کردہ صفات و حلیہ کے مطابق حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر بنوائی ہوں گی اور فوٹوگرافی سے پہلے فن مصوری کا کمال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ کسی شخص کو آنکھ سے دیکھے بغیر صرف زبانی حلیہ بتانے پر بھی ایسی تصاویر بنائی جاتی تھیں کہ تصویر اور صاحب تصویر میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا تھا۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کا واسطہ دیا نجات مل گئی

ابوالحسنؒ نے روایت لکھی ہے اور ابن نجارؒ نے اپنی تاریخ میں ابوالقاسم صفر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کے استاد تھے جن سے ہم لوگ پڑھا کرتے تھے۔ استاد کے ایک دوست کا انتقال ہوا استاد نے اُن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بخش دیا۔ پھر پوچھا کہ منکر و نکیر کے ساتھ کیسی گذری تو کہا کہ مجھ کو بٹھایا اور پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ میں نے کہا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو، اس وقت ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کہ اس نے بڑا واسطہ دیا۔ اس کو چھوڑ دو، پھر دونوں مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس روایت کو ابن جریر نے تہذیب الآثار میں لکھا ہے (نور الصدور فی شرح القبور ص...)

لوگو! ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی طرح ایمان لاؤ

ابن عساکر نے تاریخ اپنی میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امن الناس کی تفسیر میں فرمایا۔ کما امن ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ جیسے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ ایمان لائے۔ تفسیر عزیزی ص ۳۰۹

حضرت ابوبکرؓ کا اسم گرامی جبرائیلؑ نے انگشتری میں لکھا دیا

روایت ہے کہ رسول علیہ السلام سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری اپنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دی اور فرمایا کہ اس پر لا الہ الا اللہ کندہ کراؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انگوٹھی نقاش کو دی اور کہا یہی۔ حضرت ابوبکرؓ اس انگوٹھی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اس میں لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق۔ ابوبکر صدیق سے حضرتؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ یہ زیادتی کیا؟ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ میری طرف سے فقط یہ بات ہوئی کہ اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لکھوا دیا اس واسطے کہ یہ بات مجھ کو خوش نہ آئی کہ نام آپ کا اللہ کے نام سے جدا ہو لیکن باقی کے واسطے اس نے نقاش سے نہیں کہا اور حضرت ابوبکرؓ اپنے دل میں شرمندہ ہوئے کہ میرا نام انگشتری میں کیوں لکھا گیا؟ پس جبرائیلؑ حضرتؐ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ نام ابوبکر کا میں نے اس انگشتری میں لکھ دیا ہے اس واسطے کہ مجھ کو یہ بات خوش نہ آئی کہ ابوبکر کا نام تیرے نام سے جدا ہو۔ تفسیر عزیزی اردو ص۴۲ حصہ اول طبع سعید کمپنی کراچی

حضرت زید بن خارجہؓ نے وفات کے بعد رسول کریم کی رسالت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کی گواہی دی

طبرانی اور ابونعیم اور ابن مندہ نے نعمان بن بشیرؓ سے روایت کی ہے کہ زید بن خارجہؓ کی نعش مرنے کے بعد گھر میں رکھی تھی۔ نعش پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے پاس عورتیں رو رہی تھیں یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا، اچانک زید بن خارجہ نے کہا کہ خاموش رہو، چپ رہو۔ یہ سن کر ان کے منہ سے کپڑا ہٹایا گیا تو انہوں نے کہا محمد رسول اللہ الامین وخاتم النبیین فی الکتاب الاول پھر زید نے کہا صدق صدق اس کے بعد زید نے ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کی تعریف کی۔ اور پھر یہ کلمہ کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ کلمہ کہتے ہی پھر جیسے لیٹے تھے اسی طرح لیٹ گئے آپؐ کی امت کے ایک شخص نے مرنے کے بعد آپؐ کی رسالت اور آپؐ کے خلفاء کی خلافت کی گواہی دی اس لیے یہ بالواسطہ آپؐ ہی کا معجزہ ہوا۔

رسول اللہؐ کے تین سو معجزات ص۱۰۹

مصنف حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعیدؒ

حضرت ثابتؓ نے وفات کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کی گواہی دی

بیہقی نے عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جنگ یمامہ میں ثابت بن قیس شہید ہوئے میں ان کو دفن کرتے وقت موجود تھا جب وہ قبر میں رکھ دیئے گئے تو ہم نے ان کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق عمر الشہید عثمان البر الرحیم، اور ہم نے ان کو دیکھا تو اسی طرح مردہ پایا جس طرح

یہ کلمات لکھے سے پہلے تھے یہ بھی آنحضورؐ کا معجزہ تھا کہ مردہ نے زندہ ہوکر آپؐ کی رسالت اور آپؐ کے خلفاء کی خلافت کی گواہی دی۔ رسول اللہؐ کے تین سو معجزات ص ۱۰۲

مصنف صبیحان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب

ابوبکرؓ عمرؓ کا نام عرش پر لکھا ہوا

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں میں نے عرش پر ایک سبز ہیرا دیکھا اس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق (رحمۃ زریں بحوالہ دارقطنی)

حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کا نام عرش پر لکھا ہوا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شب معراج میں میں نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین (رحمۃ زریں بحوالہ ابن عساکر)

پھول پر کلمہ اور شیخینؓ کے نام

ابوالحسن علی بن عبداللہ الہاشمی الرقی کہتے ہیں میں ہندوستان گیا میں نے ایک شہر میں کالے گلاب کا ایک درخت دیکھا جس پر سیاہ رنگ کا ایک بڑا پھول کھلا ہوا تھا۔ خوشبو بہت عمدہ۔ اس پھول پر سفید رنگ میں لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق۔ اس پھول کو دیکھ کر مجھے شبہ ہوا کہ یہ بنایا ہوا ہے۔ پھر میں نے آزمائش کے لیے ایک کلی توڑی جو ابھی کھلی بھی نہ تھی۔ میں نے اس کو توڑا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بھی یہی لکھا ہوا ہے جو دوسرے کھلے ہوئے اور شگفتہ پھولوں پر تھا اس واقعہ کا شہر میں چرچا تھا۔ (رحمۃ زریں)

بقیہ: بابری مسجد

صورت (حتی ہنر و فتنہ) انگیزیوں اور مسلم آزاریوں کے باوجود نہ کر سکی تھی سے مجبور بہ بند اور سیکولر کا نعرہ بلند کرنے والوں نے یک جنبش قلم انجام تک پہنچا دیا۔

یہ ہے بابری مسجد کی انتہائی خوفناک مختصر سی داستان
حقیقت دیکھیے کہ کب دلنشیں ہو
زبانوں پر تو افسانہ بہت ہے
شکریہ الجمعیت دہلی

دُعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں؟

محمد رفیق امتصامی ایم اے۔ احمد پور شرقیہ

اسلام امن وسلامتی ورواداری کا مذہب ہے اس کے اصول سادہ وآسان فہم ہیں جو بنی نوع انسان کو رشد وہدایت اور محبت کا درس دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو خدا اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کرتا ہے کہ بندہ جب بھی ایک عاجز، ولاچار مخلوق ہونے کی حیثیت سے اس شہنشاہ مطلق کے حضور عرض گزار ہوتا ہے جو تمام مخلوقات کا خالق ومالک ہے تو اس کی جانب سے بندہ کی پکار کا فوراً جواب دیا جاتا ہے اور اس کی حاجت برآری کی جاتی ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

(ترجمہ) ”(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے میرے بارہ میں یہ سوال کریں (کہ میں کہاں ہوں) تو میں تو ان کے قریب ہوں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب بھی وہ مجھے پکارے پس انہیں بھی چاہیئے کہ میری بات کو سنیں مجھ پر ایمان لائیں تاکہ فلاح پائیں۔“ (القرآن) اور فرمایا ”ہم تو انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“ (۱۶:۲۶)

یہ دنیا ایک دار تکلیف اور آزمائش کا گھر ہے انسان کو یہاں ہر قسم کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے کوئی امیر ہے تو کوئی غریب کوئی بادشاہ ہے تو کوئی فقیر ہے .... اور کوئی غم حیات سے افسردہ خاطر ودل گیر ہے لہٰذا زندگی کے نشیب وفراز، انقلاب زمانہ اور ناکامیوں اور مایوسیوں سے گھبرا جانا ایک فطری امر ہے بقول غالب ؎

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ وساغر نہیں ہوں میں

مگر ایسے دل گرفتہ حالات میں خدا نے انسان کو دعا کا سہارا دیا ہے کہ وہ جب بھی کسی مصیبت کے عالم میں اسے پکارتا ہے تو اسے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔“ (القرآن) اور فرمایا ”قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور مضبوط پکڑو اللہ کو وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔“ (۲۲:۷۸)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

الدعاء مخ العبادہ، الدعاء ھو العبادہ اور ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابۃ۔

یعنی دعا عبادت کا مغز ہے اور دعا ہی عبادت ہے اور خدا سے دعا کرو اس حال میں کہ تمہیں اس کے قبول ہونے کا یقین ہو (احمد، ابوداؤد، نسائی) اور فرمایا من لم یسئل اللّٰہ یغضب علیہ کہ جو شخص خدا سے کچھ مانگتا نہیں تو وہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ بقول اقبال ...

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ رو منزل ہی نہیں
(جواب شکوہ)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعائیں تو لوگ مانگتے ہی رہتے ہیں بلکہ نہایت گڑگڑا کر اور خشوع وخضوع سے مانگتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اکثر لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصولی طور پر دعا کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں دعائیں سب کی قبول ہوتی ہیں البتہ قبولیت دعا کی کچھ شرائط ہیں اور کچھ اس کی صورتیں ہیں جو علماء نے تحریر کی ہیں کہ دعا کس شکل میں قبول ہوتی ہے؟

قبولیت دعا کی اہم شرط یہ ہے کہ صاحب دعا رزق حلال کھاتا ہو اور احکام شرع کا پابند ہو حقوق العباد کا خیال رکھتا ہو حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص نہایت پریشان حال اللہ سے دعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا حرام، پینا حرام اور لباس بھی حرام کی کمائی سے بنا ہوا ہے اور وہ کہتا ہے یا اللہ، یا اللہ... تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ ... تاوقتیکہ ... حرام ... (...) ... دوسری شرط یہ ہے کہ دعا کرنے سے پہلے بندہ ... سے توبہ واستغفار کرے اپنے گناہ پر نادم ہو اور دوبارہ انہیں نہ کرنے کا عہد کرے

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے رب سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے رب سے روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

اور دعا کی قبولیت اس طرح پر ہوتی ہے کہ کبھی تو بعینہٖ وہی چیز عطا کر دی جاتی ہے جو دعا میں مانگی گئی ہے اور دوسری صورت یہ بھی ہے کہ اگر باری تعالیٰ اپنے علم محیط کی رو سے یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیز مانگی گئی ہے اگر وہی چیز عطا کر دی جائے تو یہ صاحب دعا کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوگی لہٰذا اس دعا کے بدلے میں اس کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی ہے جس کا ثواب آخرت میں عطا کیا جائیگا۔ اور قبولیت دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس دعا کے بدلے میں بندہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں یا کوئی اور بلا یا مصیبت آنے سے ٹال دی جاتی ہے جس کا وقوع متحقق ہو چکا ہو۔

بہر حال اس بات پر علماء سلف وخلف متفق ہیں کہ دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور مستجیب الدعوات ہے اور اس نے خود ہی فرمایا ہے کہ "مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا" (القرآن)۔

واضح رہے کہ اوپر جو دعا مانگنے کی شرائط لکھی گئی ہیں ان سے یہ لازم نہیں آتا کہ گناہگار شخص خدا سے دعا ہی نہیں کر سکتا کہ ایک شخص دن رات گناہوں میں غرق ہے اور وہ یہ سوچ کر خدا سے دعا نہیں کرتا اور اسے پکارتا ہی نہیں کہ میں تو گناہگار ہوں پتہ نہیں خدا میری سنتا بھی ہے یا نہیں؟ یہ بات غلط ہے گناہگاروں کی طرف تو اس کی رحمت اور بھی زیادہ متوجہ ہوتی ہے بشرطیکہ انسان اپنے گناہوں پر شرمندہ و نادم ہو کیونکہ رحمٰن و رحیم اور کریم ہونا تو اس کی صفت ہے اس نے فرمایا ہے (حدیث قدسی) اے ابن آدم اگر تو مجھے اس حال میں ملے کہ اس کے گناہ زمین آسمان کے درمیان فاصلہ کو پورا کرتے ہوں تو اگر اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا تو میں اسے بخش دوں گا (مشکوٰۃ المصابیح)۔

روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے ایک روز اسے اپنے اس فعل پر بہت پشیمانی ہوئی اور اس نے سوچا کیا میری بھی بخشش ہو سکتی ہے؟ یہ سوچ کر وہ کسی عالم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا کہ اس سے مسئلہ دریافت کرے اتفاق سے اس کی ملاقات کسی "جاہل عالم" سے ہوگئی انہوں نے اس کی بات سن کر کہا "استغفر اللہ" بھلا تمہاری بخشش کیسے ہو سکتی ہے؟ اسے یہ سن کر طیش آگیا اس نے یہ سوچ کر کہ جہاں ننانوے قتل کیے ہیں اسے بھی قتل کر دو کہ سنچری پوری ہو جائیگی اس عالم کو بھی قتل کر دیا۔ اب پھر اسے اپنی بخشش کی فکر ہوئی تو چلتے چلتے اثنائے راہ میں ایک اور عالم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کی بات سن کر کہا کہ تمہاری بخشش ضرور ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ بڑے بڑے گناہگاروں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے تم اس طرح کرو کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں پر ایک بزرگ رہتے ہیں ان سے دعا کراؤ امید ہے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف کرے گا۔ یہ بات سن کر وہ شخص اس بستی کی طرف چلا ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اس کی موت واقع ہوگئی اب رحمت اور عذاب والے فرشتے اپنا "بندہ" وصول کرنے کیلئے آگئے۔ رحمت والے فرشتوں کا یہ کہنا تھا کہ یہ ہمارا بندہ ہے کیونکہ یہ توبہ کرنے جا رہا تھا جبکہ عذاب والے فرشتوں کا کہنا تھا کہ اس نے پورے سو قتل کیے ہیں لہٰذا اسے ہم لے کر جائیں گے حتیٰ کہ ان فرشتوں میں جھگڑا ہو گیا اور فیصلہ خدا کی عدالت میں پیش ہو گیا خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ دونوں طرف کی زمین ناپی جائے یعنی یہ بندہ جس جگہ سے توبہ کرنے چلا تھا اگر وہاں سے اس بستی کا فاصلہ زیادہ ہے تو عذاب والے فرشتے اسے لے آئیں اور اگر اس کے برعکس ہے یعنی بستی کا فاصلہ کم ہے تو پھر یہ بندہ رحمت والے فرشتوں کے حصہ میں آئے گا جب زمین ناپی گئی تو خدا کی قدرت سے بستی کی طرف کی زمین کم ہوگئی لہٰذا اس سو افراد کے قاتل کو رحمت والے فرشتے لے گئے۔

اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بندہ اگرچہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اسے خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اپنی مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے کیونکہ مایوسی کفر ہے۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آیا خدا تعالیٰ گناہ گار کی بھی سنتے ہیں یا نہیں؟ تو ثابت ہوا کہ خدا کی رحمت گناہ گار کی طرف بھی ایسے ہی متوجہ ہوتی ہے جیسے کہ کسی صالح آدمی کی طرف البتہ دعا کے جملہ آداب کا خیال رکھنا از بس ضروری ہے اور یہ تو اس کی ذات والا صفات کی بے پایاں رحمت اور جود وسخا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے عاصی کو بھی اپنی آغوش رحمت میں لے لیتا ہے۔

وللہ در من قال .....

لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر

خدمت انسانیت ایک عظیم عبادت ہے

ایک مفید اور مخلصانہ مشورہ

آج انسانیت کا ایک بہت بڑا حصہ [illegible] مبتلا ہے۔

ہم نے اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے [illegible] کے ذریعے سے آسان اور [illegible] علاج [illegible] ہمارے [illegible] ہے اور [illegible] پریشان [illegible] ہیں۔ اور [illegible] جب کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

مایوسی گناہ ہے

ہم مرض کا بااصول علاج [illegible]

ہمارا طریقہ علاج دوسرے اداروں سے مختلف ہے۔

ہمارے طریقہ علاج سے بفضل تعالیٰ بیماری جڑ سے ختم ہو جاتی ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز دوبارہ علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ہمارا بلند معیار، بااصول، مستند ادارہ

آپ کو سستا، آسان، بااصول، تسلی بخش، مستقل اور مختصر طریقہ علاج فراہم کرے گا۔

آپ اپنے مریض کے حالات لکھ کر ہم سے رابطہ قائم کریں۔ ادویات بذریعہ ڈاک منگوائی جا سکتی ہیں۔

طالب علموں اور غریباء کے لئے خصوصی رعایت ہوگی

منیجر ادارہ

النجم الصحت حافظ آباد پاکستان

پوسٹ کوڈ: 52110

پردہ کا شرعی حکم

قرآنِ کریم کی روشنی میں

از: حضرت مولانا محمد احمد صاحب، کراچی

جدید معاشرہ نے آزادیِ نسواں کا افسوں پھونک کر عورت کو گھر سے نکالا اور سر برہنہ کر کے اسے بازار کی جنس بنا ڈالا۔ افسوس ہے کہ شریف خاندانوں کی وہ خواتین جن پر کبھی نامحرم کی نظر نہیں پڑتی تھی، تہذیبِ افرنگ سے مسحور ہو کر بے محابا بازاروں میں گھوم رہی ہیں اور دلیل دی جاتی ہے کہ عورت کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے۔

ذیل میں مولانا محمد احمد صاحب کے "درسِ قرآن" سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ پردہ کے بارے میں قرآن کریم کا حکم کیا ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک و بنٰتک و نسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب ضرورت کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو نیچی کر لیا کریں سر سے اپنے چہرہ کے اوپر اپنی چادریں"۔

اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان عورت کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مروجہ برقع بھی جلباب کے قائم مقام ہے۔ اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانہ کے یورپ پرست ذہن سے آزاد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے۔

آیت میں لفظ جلابیب کا استعمال ہوا ہے جو جمع ہے جلباب کی جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے۔ اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپا لیں اور صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی رکھیں (ابن کثیر)

قرآن کریم میں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق سات آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ چار اسی سورۂ احزاب میں اور تین اٹھارویں پارہ کی سورۂ نور میں اور قریب ستر روایات حدیث میں جن کا حاصل اور اصل مطلوب یہی ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت غیر مردوں کی نظروں سے مستور رہے۔ باقی شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں تو اس کے لیے قرآن اور سنت کی رو سے پردہ کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور سنت نے جس نظام معاشرت کی دنیا کو تعلیم دی ہے وہ طہارت و تقویٰ اور عفت و عصمت و پاکدامنی اور عزت و آبرو اور امن و عافیت کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے اسلام ہی کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے۔ مسلمان کی ایمانی غیرت اور دینی جذبہ حمیت کو ہرگز یہ گوارا نہ ہونا چاہئے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت چھوڑ کر غیروں کی وضع قطع اور طور و طریق اور تمدن و معاشرت اختیار کرے۔

یورپ اور مغرب کے یہود و نصاریٰ اور بے دین دہریے اسلام اور مسلمانوں کے نہایت خطرناک دشمن ہیں۔ انہوں نے ہم میں سے ناقص الفہم لوگوں کو آزادیِ نسواں کا سبق دے کر بے حجابی، بے حیائی، عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا۔ اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کے عفت و عصمت مآب نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لیے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے جس میں اسلام اور قرآن و سنت سے قوی محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جا رہے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آج یورپ و امریکہ وغیرہ مغربی ممالک جس اخلاقی تباہی و بربادی اور فواحش اور بدکاریوں میں گرفتار ہیں اس کی ابتداء بے پردگی ہی سے ہوئی بے پردگی نے جسمانی نمائش کا راستہ کھولا، پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی اور پھر بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازے کھول دیئے۔ وہ یورپ جس نے آزادیِ نسواں کے پُرفریب نام سے دنیا میں گندگی پھیلائی اُس کے متعلق غیر نہیں ایک انگلستان ہی کی شریف نفس عورت نے جس حسرت و ندامت سے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ المنار میں شائع ہوا تھا جس میں وہ لکھتی ہے کہ انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عفت و عصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو یہاں بس شرم و حیا نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے اس کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کی فرمانبردار رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے پاک

نہیں ہوتا۔ وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے (ماخوذ از معارف القرآن جلد ہفتم از حضرت کاندھلوی)۔

بحر کیف قرآن و حدیث نے مسئلہ حجاب کو روشن اور واضح دلائل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے جس میں کسی قسم کے شک و تردد کی گنجائش نہیں۔

ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی اطاعت و پابندی لازم ہے ہمیں چاہیے کہ اپنی معاشرت اور زندگی پوری طرح احکام اسلام کے تابع بنالیں اور مغربی تہذیب و تمدن جس میں ہمارے لیے دین و دنیا اور اخلاق و ایمان کی تباہی بربادی ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ اس بے حجابی اور آزادی نسواں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلامی قوانین اور قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اب آج دنیا میں جو قرآنی تعلیمات اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے اور ان سے بغاوت و مخالفت برتتے ہیں او آخرت میں پکڑ اور وہاں کی سزا سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں کہ کیسی قیامت اور کیسی وہاں کی جزا و سزا ان کو آگے سنایا جاتا ہے کہ گھبراؤ نہیں جہنم کی آتش سوزاں تیار رکھی ہے جس میں کہ تمہارے چہرے الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ اس وقت غایت حسرت سے یوں کہو گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔

اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے سینوں کو اسلام اور قرآن کے لیے کھول دیں۔ اور قرآنی احکامات کی عظمت ہمارے دلوں میں اتار دیں۔ اور قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی صلاحیت و توفیق ہم کو۔ ہمارے ملک اور قوم کو اور تمام امت مسلمہ کو عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہماری عورتوں کو اسلامی پردہ کا پابند بنا دے اور اس کے خلاف چلنے اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی مول لینے سے بچائے۔

یا اللہ! ہم میں وہ ایمانی غیرت اور دینی حمیت پیدا فرما دے کہ ہم کو غیروں کی وضع قطع۔ طور طریق اور تمدن و معاشرت سے دلی نفرت ہو جائے اور اسلامی تقویٰ و طہارت اور عفت و عصمت۔ شرم و حیا عزت و آبرو کو دل و جان سے اپنا لیں

یا اللہ! ہم قیامت و آخرت کی پکڑ اور جزا و سزا سے کیسے بے خوف ہو گئے کہ نہ قرآنی وعیدیں ہم پر اثر کرتی ہیں نہ شرعی احکام کی ہم قدر کرتے ہیں۔

یا اللہ! ہماری حالت پر رحم و کرم فرما اور ہمیں اپنا فرمانبردار بن کر زندہ رہنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار سچا امتی ہونے کی سعادت عطا فرما اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

گناہ گار بندوں کیلئے خوشخبری

از: محمد شفیع عمرالدین میر پور خاص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا …… لَا تُنْصَرُوْنَ

(الزمر آیت ۵۳-۵۴)

ترجمہ:- اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کا حکم مانو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے

(ف) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر، بحوالہ مسند احمد)

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ

یہ آیت ارحم الراحمین کی بے پایاں رحمت اور عفو و درگذر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو۔ مایوس ہو جائے اور آس توڑ کر بیٹھ جائے اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ جس کے لئے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ مایوس کیوں ہو۔ ہاں ضرورت ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی ہے کہ کفر و شرک کے جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہذا اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا کو لِمَنْ یَّشَاءُ کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ (النساء رکوع ۱۸)

اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے۔ البتہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت نہیں بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ

متعلق نہ ہوگی چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔ ختم

دنیا کے انسانوں کو رحمت و عافیت اور مغفرت کی دعوت

یہ آیت مبارکہ قرآن کریم میں سب سے بڑھ کر مغفرت خداوندی کی امید دلانے میں تمام کرنے والی آیات میں۔ اس آیات میں پروردگار عالم نے تمام دنیا کے گنہگاروں، نافرمانوں حتیٰ کہ شرک و کفر میں مبتلا ہونے والوں کو دعوت دی ہے کہ وہ نافرمانی اور بغاوت سے تائب ہو کر سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ تو خدا تعالیٰ کی عنایات رحمتیں ان کی جانب یقیناً متوجہ ہوں گی۔ ان کو اپنی سابقہ زندگی کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے تصور نہ کرنا چاہیے کہ ان کی معافی کا کوئی امکان نہیں رہا۔ نہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے جس حالت میں بھی خواہ وہ کسی طرح کا عمل ہو جب بھی وہ حق کی طرف رجوع کریں گے۔ رحمت خداوندی کا دروازہ کھلا پائیں گے .... (بندہ) از نزع روح، سکرات موت، نزول عذاب اور قیامت کے وقت سے قبل جب اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو تجد اللہ توابا رحیما اللہ کو بڑا مہربان توبہ قبول کرنے والا پائے گا .... تفسیر معارف القرآن

(حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ روایت فرماتے ہیں ـــ

گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش
توبہ کن زآنہا کہ کردستی دم است
عمر اگر بگذشت بیخش ایں دم است
آب توبہ اش دہ اگر بے نم است
بیخ عمرت را بدہ آب حیات
جملہ ماضی ہا ازیں نیکو شدہ
زہر پارینہ ازیں گردد چو قند
سیئاتت مبدل کردہ حق
تا ہمہ طاعات شود آں ماسبق

(مثنوی دفتر پنجم)

یعنی اے گنہگار بندے! اگر تو نے اپنی عمر کا اعمالنامہ گناہوں سے سیاہ کر دیا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ تواب رحیم کی طرف رجوع کر کے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا کر سچے دل کے ساتھ توبہ کر۔ یاد رہے کہ خشک اور پرانے درخت کی جڑوں میں اگر پانی کی نمی پہنچائی جائے تو وہ از سر نو تازہ ہو جاتا ہے اور سرسبز ہو جاتا ہے اسی طرح اگر تیری عمر کا زیادہ حصہ گزر چکا ہے تو زندگی کے بقیہ لمحات کی قدر کر اور گناہوں سے تائب ہو کر رجوع الی اللہ کر۔ اس طرح سابقہ گناہوں میں برباد کردہ گناہوں کا تدارک کر اپنی عمر کی جڑ کو آب حیات دے۔

یعنی تیری عمر کا باقی حصہ پائندہ ہو جاوے اور تری ملنا چاہیے تاکہ تیری عمر کے درخت کو ثبات حاصل ہو۔ یعنی تجھے آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو۔ اور اس کی رضامندی کا مقام جنت مل جائے۔

اگر تو توبہ کر کے شریعت کے مطابق زندگی گذارنے لگ جائے گا تو تیرے گذشتہ سب گناہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور تیری خطائیں نیکیوں میں تبدیل کر دے گا اور برائیوں کا زہر تبدیل ہو کر شکر کی طرح میٹھا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیرے گذشتہ گناہ اور نافرمانیاں نیکیوں سے تبدیل کر دے گا۔ اور تیرا اعمالنامہ نیک اعمال اور عبادات سے بھر دے گا۔

(مثنوی حصہ پنجم)

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک بھی یاد رکھیں کہ

.... توبہ اور رجوع الی اللہ میں پختہ قدم رکھنا چاہیے۔

ہر اندازہ نمی بتواں رست
کہ ز طفلے و خانہ رنگینے است۔

یعنی میری ساری نصیحت تجھ پہ ہے کہ تو نادان بچہ ہے اور یہ دنیا کا گھر زرنگار رنگین اور سجا ہوا ہے۔ خبردار اعمال

باقی ص ۲۵

بابری مسجد اور تاریخ کا غلط استعمال

از: حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیت علماء ہند

صدر جمعیت علماء ہند کے صدر محترم حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ نے لندن میں منعقد ہونیوالی بابری مسجد کانفرنس میں ۲۷ اگست ۱۹۹۰ء کو منتظمین کانفرنس اور جمعیت کے احباب کی دعوت پر اپنا ساؤتھ افریقہ کا پروگرام مختصر کر کے شرکت فرمائی اور اس عنوان پر کانفرنس کو اپنے پرمغز اور شاندار مقالہ سے سرفراز فرمایا۔ ذیل میں اس مقالہ کا متن قارئین ختم نبوت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ——— (ادارہ)

بابری مسجد اجودھیا ضلع فیض آباد کے یوپی کے تنازعہ نے جس قدر اہمیت اختیار کر لی ہے اخبارات اور ملکی حالات سے واقفیت رکھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے یہ قدیم مسجد تقریباً نصف صدی سے فرقہ پرست سیاسی بازیگروں کی چیرہ دستیوں کا شکار بنی ہوئی ہے اور یکم فروری ۱۹۸۶ء سے تو اسے ایک غیر منصفانہ اور غیر قانونی فیصلے کے ذریعہ بطور مندر کے استعمال کیا جا رہا ہے اسی وقت سے اس کے معاملے نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے اور یہ مظلوم مسجد ہندوستان کی جمہوریت کے لئے ایک چیلنج بن گئی ہے

فرقہ پرست ہندو تنظیمیں خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی یک زبان مدعی ہیں کہ حکومت مغلیہ کے بانی شہنشاہ بابر نے رام جنم مندر کو جسے بکرماجیت نے تعمیر کرایا تھا منہدم کر کے اس کی جگہ یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس لئے حق و انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مسجد رام کے پجاریوں کے حوالہ کر دی جائے۔ تاکہ وہ دوبارہ اس جگہ رام مندر تعمیر کر لیں۔ اترپردیش کا سرکاری ماہنامہ "اترپردیش" شمارہ اپریل ۱۹۸۷ء صفحہ ۹ پر ان فرقہ پرستوں کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"۱۵۲۸ء کو بابر یہاں آیا تھا ایک سپتاہ (ہفتہ) رکا اس نے جنم استھان مندر ڈھا کر ایک مسجد بنوائی جو اس مندر کے ملبے سے بنائی گئی اس کے کھنڈر اب بھی اچھی حالت میں ہیں" ایک مخصوص طبقے کی جانب سے اس دعوے کے بعد ایک حقیقت طلب اور جویائے حق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس دعوے کو مستند تاریخوں کے معیار پر رکھ کر جانچے تاکہ حق اور باطل نکھر کر سامنے آ جائے اور کسی صحیح فیصلے پر پہنچنا آسان ہو۔ اس حقیقت کی تلاش میں ہمیں سب سے پہلے خود بابر کی طرف رجوع کرنا ہوگا کیونکہ قدیم و جدید تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ بابر کے حالات و سوانحات کے معلوم کرنے کے لئے سب سے زیادہ صحیح اور معتبر ترین وہ روزنامچہ ہے جو تاریخی دنیا میں "تزک بابری" کے نام سے مشہور و متعارف ہے

تزک بابری کا مختصر تعارف

یہ ظہیر الدین محمد بابر شاہ کا روزنامچہ یا خود نوشت سوانح حیات ہے جو ترکی زبان میں ہے۔ بابر نے اس سوانح کی ابتداء بارہ سال کی عمر یعنی ۸۹۹ھ میں اپنے آبائی وطن "فرغانہ" ہی سے کر دی تھی اور اپنے مرض وفات میں مبتلا ہونے سے پانچ ماہ قبل یعنی ۳ محرم ۹۳۶ھ (۱۵۲۹ء) تک اس سلسلہ تحریر کو جاری رکھا اور اسی سال رجب کے مہینے میں بیمار ہوا اور تقریباً ۶ ماہ بیمار رہ کر ۵ جمادی الاولیٰ ۹۳۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس طرح اس کا یہ روزنامچہ ایک سال کے علاوہ اس کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔

اس تاریخی دستاویز کو شہنشاہ اکبر کے حکم سے عبدالرحیم خان خاناں متوفی ۱۰۳۶ھ نے "واقعات بابری" کے عنوان سے فارسی زبان کا جامہ پہنایا۔ بعد میں ایک انگریز مسز بیورج نے "دی بابر نامہ ان انگلش" کے نام سے دو جلدوں میں اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ مسز بیورج نے ترجمہ کے ساتھ تفصیلی فٹ نوٹ بھی لکھا جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ جدید علمی حلقوں میں عام طور پر یہی ترجمہ رائج ہے۔ "بابر نامہ" کے نام سے اس کا ایک ترجمہ اردو زبان میں بھی چھپ چکا ہے اردو اور انگریزی کے ترجمے مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے لئے ماخذ کا کام دیتے ہیں۔

تزک بابری کے ان دستیاب اردو انگریزی ترجموں کو اول سے آخر تک دیکھ جائیے ان میں آپ کو کہیں بھی بابر کے اجودھیا آنے کا ذکر نہیں ملے گا۔ البتہ ۹۳۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اس کی یہ تحریر ضرور ملے گی۔

"جمعہ ۷ رجب ۹۳۵ھ کو ہم نے اودھ سے دو تین کوس دور (۶ میل) کے فاصلے پر گھاگھرا اور سرجا (ساردا) کے سنگم پر قیام کیا۔ یہ سنگم بہرائچ میں ہے۔ اس وقت شیخ بایزید سرجا کی دوسری جانب تھا۔ اور سلطان حسین تیمور سے خط و کتابت کر رہا تھا اس کی دھوکہ بازیوں سے واقفیت کی بناء پر ہم نے بروقت ظہر سلطان کو حکم دیا کہ وہ دریا پار کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ قاچ (بابر کا مشہور امیر) کے پہنچنے پر انہوں نے فوراً دریا عبور کیا وہاں پچاس گھوڑے اور تین چار ہاتھی موجود تھے وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور فرار کی راہ اختیار کی چند لوگ جو گھوڑے سے اتر گئے تھے ان کے سر کاٹ کر حاضر کئے گئے"۔

بابر کا یہ بیان بتا رہا ہے کہ وہ اس دیار کے امیر شیخ بایزید کی بغاوت کا قلع قمع کرنے کی غرض سے رجب ۹۳۵ھ میں یہاں آیا تھا مگر خود اس کے حسب تصریح ان کا قیام اجودھیا سے ۶ میل دور سار دا اور گھاگھرا کے سنگم پر رہا تھا شیخ بایزید کی سرکوبی کے بعد بابر نے اس کے بجائے اس علاقہ کا امیر سید میر باقی کو مقرر کیا اور خود یہیں سے براہ الہ آباد و کڑا مانک پور بہار چلا گیا۔

جہاں سلطان سکندر لودھی کے لڑکے سلطان محمود نے بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ اور تقریباً ایک ماہ بہار کے علاقے میں گذار کر وہ

کیا شہنشاہ بابر کے قول و فعل میں اس قدر تضاد تھا کہ بیٹوں کو مندروں اور عبادت گاہوں کے گرانے سے منع کرتا ہے اور خود انہیں مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کرتا ہے۔ واللہ ھذا بہتان عظیم

واپس ہوا، واپسی کے موقع پر بھی وہ اجودھیا سے کافی دور سے گذرا جیسا کہ تزک بابری کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

"بروز دوشنبہ ۲۲ رمضان (۹۳۵ھ) کو ہم چوپارہ میں پہنچے، اچیز سکھ کے راستے دریائے سرجو کے کنارے ہوتے ہوئے بہار سرداد کے قصبوں (یعنی سلطان محمود اور بایزید کی بغاوت سے فارغ ہو کر دس کوس (۲۰ میل) چلنے کے بعد دریائے جو سر کے کنارے "کیل رہ" نامی گاؤں میں جو فتحپور کے علاقے میں ہے قیام کیا۔ ہم نے کئی دن اس مقام پر گذارے یہاں آب رواں ہے، اچھی عمارتیں ہیں، اشجار خاص طور پر آم کے درخت اور رنگ برنگ کی چڑیاں، پھر ہم نے غازی پور کی طرف کوچ کا حکم دیا۔" "بابر نامہ اردو"

ان دونوں تحریروں کے علاوہ تزک بابری میں کوئی ایسی عبارت موجود نہیں ہے جس سے بابر کے اس دیار میں آنے کا پتہ چلتا ہو۔ تزک بابری کے علاوہ اس دور کی کسی بھی تاریخ میں بابر کے اجودھیا آنے

یا کسی اور ضمن میں اجودھیا کا ذکر نہیں ملتا ہاں اکبر کے مشہور و معروف مصاحب "علامی ابوالفضل" نے آئین اکبری جلد دوم کے صفحہ پر اودھ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"اودھ ہندوستان کے بڑے شہروں میں سے اس کا طول البلد ایک سو اٹھارہ درجہ چھ دقیقہ ہے اور عرض البلد ستائیس درجہ ۲۲ دقیقہ ہے قدیم زمانہ میں اس کی آبادی ایک سو اڑتالیس کوس طویل اور چھتیس کوس عرض میں پھیلی ہوئی تھی۔ اودھ ہندوستان کی سب سے بڑی تیرتھ ہے سواد شہر میں زمین کھودنے سے سونا نکلتا ہے یہ شہر راجہ رام چندر کا مسکن تھا۔

رام چندر تریتا دور کے ظاہری و باطنی ہر دو عالم کے پیشوا مانے جاتے تھے شہر کے ایک کوس کے فاصلے پر دریا گھاگھرا دریائے سردا (ساردا) سے مل گیا ہے اور قلعہ (سلطان سکندر لودھی کا تعمیر کردہ قلعہ جو اب ذیابرد ہو چکا ہے) کے پاس سے گذرتا ہے شہر کے قریب دو قبریں ہیں جو سات اور چھ گز لمبی ہیں عام طور پر مشہور ہے کہ یہ حضرت ایوب اور حضرت شیث علیہ السلام کے مزارات ہیں ان قبروں کی بابت

عجیب و غریب افسانے ہیں۔

ابوالفضل بھی اس طویل تحریر میں بابری مسجد اور رام جنم استھان مندر کے ذکر سے بالکل خاموش ہے علاوہ ازیں بابر کے حالات میں اس وقت جتنی بھی معاصر یا غیر معاصر مستند تاریخیں موجود ہیں ان میں بابر کے نہ صرف اجودھیا آنے کا بلکہ کسی بھی مندر توڑنے کا ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ ہندوستان کے مشہور تعصب انگیز مورخ "جادوناتھ سرکار" اور انگریز مورخین "ایلیٹ اور ڈاوسن" نے بھی بابر کی مندر شکنی کا کوئی واقعہ نقل نہیں کیا ہے جبکہ مذکورہ مورخین مسلم حکمرانوں کی مندر شکنی کے واقعات سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور اس سے متعلق انہیں کوئی بھی گری پڑی روایت مل جاتی ہے تو اسے ضرور بیان کرتے ہیں بابر کی مندر شکنی سے متعلق تاریخی شواہد کی اس عدم موجودگی کی بناء پر ہندو مورخ پروفیسر شری رام شرما اپنی مشہور کتاب تصنیف "مغل امپائر آف انڈیا" میں لکھتے ہیں

"ہم کو کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی ہے کہ بابر نے کسی مندر کو منہدم کیا اور کسی ہندو کی ایذا رسانی کی محض اس لئے کہ وہ ہندو ہے۔

(صفحہ ۵، ایڈیشن ۱۹۴۵ء بحوالہ بابری مسجد تاریخی پس منظر)

اسی طرح ایک دوسرے ہندو مورخ رام پرشاد کھوسلہ جو پٹنہ یونیورسٹی کے تاریخ کے پروفیسر رہ چکے ہیں اپنی کتاب "مغل کنگ شپ اینڈ نوبلیٹی" میں بابر کے متعلق لکھتے ہیں۔ "بابر کے تزک میں ہندوؤں کے کسی مندر کے انہدام کا ذکر نہیں ہے اور نہ یہ ثبوت ہے کہ اس نے ہندوؤں کا قتل عام ان کے مذہب کی وجہ سے کیا اور وہ نمایاں طور پر مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بری تھا۔" صفحہ ۲۰۱

بابر شاہ سے متعلق مؤرخین کی اس شہادت کے علاوہ خود اس کی مرنجاں مرنج کیفیت اور سیکولر مزاج سے یہ بات میل نہیں کھاتی کہ وہ کسی مذہبی فرقہ کی عبادت گاہوں کو منہدم کرے یا مذہب کی بنیاد پر کسی فرقہ کو قتل کرے اس کے اس مزاج کو سمجھنے کے لئے وہ وصیت نامہ کافی ہے جو اس نے اپنے بیٹے بڑے ہمایوں کے لئے لکھا تھا، وہ ہمایوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ

"فرزند! ہندوستان کی سلطنت مختلف مذاہب سے بھری ہوئی ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کی بادشاہت عطا کی تم پر لازم ہے کہ اپنے لوح دل سے تمام مذہبی تعصبات کو مٹا دو، ہر مذہب کے طریقہ کے مطابق انصاف کرو، تم خاص کر گائے کی قربانی کو چھوڑ دو، اس سے تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں کی تسخیر کر سکو گے، پھر اس ملک کی رعایا شاہی احسانات سے دبی رہے گی، جو قوم حکومت کے قوانین کی رعایت کرتی ہے اس کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کرو، عدل و انصاف اس طرح کرو کہ بادشاہ رعایا اور رعایا بادشاہ سے خوش رہے۔ شیعوں اور سنیوں کے اختلاف کو نظر انداز کرتے رہو، ورنہ اسلام میں ان سے کمزوری پیدا ہوتی رہے گی۔ مختلف عقائد رکھنے والی رعایا کو اس طرح ان عناصر اربعہ کے مطابق ملاؤ جس طرح انسانی جسم ملا رہتا ہے تاکہ سلطنت کا ڈھانچہ اختلافات سے پاک رہے یکم جمادی الاولیٰ (انڈیا ڈیوائڈڈ صفحہ ۳۹ تیسرا ایڈیشن تالیف ڈاکٹر راجندر پرشاد، سابق صدر جمہوریہ ہند)

بابر شاہ نے یہ وصیت نامہ اسی سال تحریر کیا ہے جس سال بابری مسجد کی تعمیر ہوئی ہے تو کیا شہنشاہ بابر کے قول و فعل میں اس قدر تضاد تھا کہ بیٹے کو مندروں اور عبادت گاہوں کے گرانے سے منع کرتا ہے اور خود انہیں مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کرتا ہے۔ (واللہ ہذا بہتان عظیم)

بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ اگر یہ مسجد رام جنم بھومی استھان کو منہدم کر کے بنائی گئی ہوتی تو یہ وصیت نامہ وہ اپنے لڑکے کو کبھی نہیں لکھتا بلکہ اس کے برعکس وہ اسے حکم دیتا کہ مندروں کو توڑ کر ان کی جگہ مسجدوں کی تعمیر کرے۔ تاریخ کے یہ معتبر اور مستحکم دلائل اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ بابر شاہ پر اجودھیا آنے اور رام مندر کے مسمار کرنے کا الزام خالص بہتان ہے اور افتراء پردازی ہے واقعات و حقائق سے اس کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے پھر وکرماجیت ثانی کسی راجہ کی جانب منسوب رام جنم استھان مندر کی تعمیر کا دعویٰ بھی تاریخی اعتبار سے پایۂ ثبوت سے محروم ہے۔

وکرماجیت نام کے دو راجاؤں کا تذکرہ قدیم تاریخوں میں ملتا ہے۔ (۱) والی اجین راجہ وکرماجیت جو راجہ جوگند کھرپ

سین کا لڑکا تھا یہ راجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے گیارہ سال قبل ۴۲ سال کی عمر میں تخت حکومت پر براجمان ہوا اور تراسی سال حکومت کر کے سالباس کی جنگ میں مارا گیا۔ اس راجہ کا دارالسلطنت اجین تھا (آثار الصنادید صـ۳۵ طبع ۱۹۶۰ء) وکرمی تاریخ جسے سمبت کہا جاتا ہے اسی راجہ کی طرف منسوب ہے اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کا زمانہ آنحضرت سے دو ہزار سال پہلے کا تھا۔

۲۔ دوسرا گپت خاندان کا راجا چندر گپت جس نے وکرماجیت کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ اور اپنے اسی لقب کو اس نے سکوں پر کندہ کرایا تھا۔ اس راجہ کا پایہ تخت "سکیٹ" تھا جسے اس نے سکیٹ کے بجائے اجودھیا کے نام سے موسوم کر دیا تھا بعد میں چل کر اسی جدید نام سے وہ مشہور ہو گیا۔ البتہ ساکیت کے نام سے اجودھیا سے ملی ہوئی ایک پرانی آبادی آج بھی موجود ہے جو اسی سکیٹ کا بگڑا ہوا لفظ ہے

بالمیکی رامائن میں مذکورہ رام کے اجودھیا کا وجود اگر تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی موجودہ اجودھیا سے اس کا تعلق کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوگا کیونکہ وہ قدیم اجودھیا رامائن کی حسب تصریح گنگا کے کنارے تھا اور موجودہ اجودھیا جو ضلع فیض آباد کا بلا ہوا نام ہے گنگا سے پچاسوں میل دور دریائے سرجو کے متصل پورب کٹ ہے جبکہ رامائن کی یہ بھی اطلاع ہے کہ قدیم اجودھیا دریائے سرجو سے ساڑھے تیرہ میل کے فاصلے پر تھی گم گشت ہے

(ہندی منتقل ایک ستاورہ ماہ نومبر ۱۹۸۲ء صـ۱۲)

یہ وکرماجیت چار سو پانچ عیسوی میں فوت ہوا۔ یہ ابتداء میں سناتن دھرم کا پیرو تھا بعد میں بدھ مذہب کا معتقد ہو گیا تھا چنانچہ ونسنٹ اے (اسمتھ) اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں کہ ۵۵۰ کے قریبی زمانے میں بدھ مذہب کے ایک زبردست عالم بسوبندھو سوانح عمری "پرمارتھ" نامی عالم نے لکھی ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ اجودھیا کا راجہ وکرماجیت (چندر گپت) جو جانگیہ کے فلسفہ کا پیرو تھا اس کو بسوبندھو نے بدھ مذہب کا معتقد بنا لیا تھا جب اس راجہ کا بیٹا "بالادت" گدی نشین ہوا تو اس نے بسوبندھو کا مناظرہ ایک برہمن سے کرایا جو راجہ بالادت کا بہنوئی تھا۔ یہ سوانح عمری چینی زبان میں محفوظ رہ گئی ہے۔

(مقدمہ تاریخ ہند صـ۱۸، از اکبر شاہ نجیب آبادی)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی سے پہلے موجودہ اجودھیا کو سکیٹ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

اس لئے تعلق طور پر بالمیکی رامائن کا اجودھیا نہیں ہے بلکہ اسی کا ہم نام ایک دوسرا شہر ہے اس لئے موجودہ اجودھیا کو رام جنم بھومی بنانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ اس میں وکرماجیت کا تعمیر کردہ رام مندر تھا جسے سولہویں صدی میں بابر نے مسمار کر کے اسی جگہ بابری مسجد تعمیر کر دی۔ محض ایک فتنہ انگیز افسانہ ہے جس کا تاریخی حقائق سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ان حقائق کے علاوہ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ موجودہ اجودھیا رام دھرم کے مرکز کی حیثیت سے تیرہویں صدی عیسوی کے لگ بھگ مشہور ہوا ہے ورنہ وہ بدھ مذہب کا ایک اہم مرکز ہے۔ چنانچہ چین کا مشہور بدھسٹ عالم ہیونگ تسانگ راجہ ہرش (راجہ سلادت) کے نام سے مشہور ہے کے زمانہ ۶۳۰ء میں ہندوستان آیا اور تقریباً چودہ سال یہاں رہ کر ہندوستان کے چپہ چپہ میں گھوما جس کی پوری تفصیل وہ اپنے سفر نامے میں لکھتا

ہے اس کا یہ سفرنامہ ہندوستان کی قدیم تاریخ کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جس کا انگریزی، اردو اور بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے وہ اپنے سفرنامے میں بنارس، بہار، بنگال، آسام، اڑیسہ، دکن، صوبہ بمبئی، گجرات، سندھ، ملتان وغیرہ، ہندوستان کے تقریباً تمام اضلاع میں پھرا اور ہر جگہ کے باشندوں، حاکموں اور عالموں کے حالات پوری بصیرت و قابلیت کے ساتھ لکھتا ہے چنانچہ وہ اپنے بیان کے مطابق ریاست قنوج میں پہنچا جہاں بدھ مذہب کی ایک سو خانقاہیں اور دس ہزار پجاری تھے اس وقت یہاں کا راجہ ویش ذات کا راجپوت تھا جس کا نام "ہرشا وردھن" (راجہ ہرش) اور اس کے باپ کا نام "پرا کر وردھن" تھا یہی وہ ہرشا وردھن ہے جسے مہاراجہ سلادت بھی کہتے ہیں یہ راجہ بھی بدھ مذہب کا پیرو تھا اور بدھ کی تعلیمات کے مطابق ہر پانچویں سال "مہا موکش پرشاد" یعنی ایک عظیم الشان مذہبی میلہ کرتا تھا ہیونگ شیانگ بیان کرتا ہے کہ قنوج کے پاس دریائے گنگا کے کنارے دو سو فٹ بلند ایک ستون تھا جسے مہاراجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا شہر قنوج کی ایک خانقاہ میں اس نے "ویرسین" نامی ایک بدھ عالم کی مدد سے بدھ مذہب کی بعض کتابیں مطالعہ کیں، اس کے بعد وہ اجودھیا میں داخل ہوا جس کی تفصیل وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"یہاں (اجودھیا میں) کئی ایک سو خانقاہیں اور کئی ہزار پجاری ہیں" اجودھیا میں اس نے اپنے بیان کے مطابق بدھ مذہب کے دونوں فرقوں قدیم و جدید یا خورد و کلاں کی کتابیں مطالعہ کیں۔ اجودھیا سے روانہ ہو کر وہ دریائے گنگا کے ذریعہ کشتی پر سوار ہو کر مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔

(مقدمہ تاریخ ہند صفحہ ۱۱)

راجہ وکرماجیت (چندر گپت دوم) والی اجودھیا (قدیم ساکیتہ) کے انتقال سے سو اور دو سو سال کے بعد ہیونگ شیانگ اجودھیا وارد ہوا ہے جو یہاں کسی رام مندر کی اطلاع نہیں دیتا بلکہ اس کے برعکس وہ اجودھیا کو بدھوں کا مرکز بتاتا ہے یہاں ہزاروں بدھسٹ پجاری موجود تھے اگر رام مندر کے نام سے یہاں کوئی مذہبی عبادت گاہ ہوتی اور یہاں اس مذہب کے کچھ بھی پیرو ہوتے تو وہ اپنی عادت کے مطابق ان کا تذکرہ ضرور کرتا کیونکہ اس نے ہر جگہ کی تفصیلات بے کم و کاست بیان کی ہیں چنانچہ وہ آلہ آباد اور بنارس کے تذکرے میں پوری صفائی کے ساتھ اپنی عادت کے مطابق لکھتا ہے کہ یہاں کچھ غیر مذہب کے لوگ بھی موجود ہیں۔

لیکن اجودھیا کے بارے میں وہ اس قسم کی کوئی بات نہیں کہتا، اجودھیا کی کھدائی میں جو کتبات دستیاب ہوئے ہیں وہ بھی ہیونگ شیانگ کی تائید کرتے ہیں کیونکہ پانچویں صدی سے لے کر آٹھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد تک کے کتبات سے رام دھرم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اجودھیا جینیوں کا بھی عظیم مرکز اور اہم تیرتھ استھان رہ چکا ہے جینی مذہبی و تاریخی تصریحات کی رو سے یہ جینیوں کے پہلے اور چوتھے تیرتھنکر کی جائے پیدائش ہے۔

ابھی حال ہی میں جواہر لال یونیورسٹی دہلی کے چند پروفیسروں نے مشترکہ طور پر ایک مقالہ تحریر کیا ہے جس کا ترجمہ "تاریخ کا غلط سیاسی استعمال" کے عنوان سے روزنامہ قومی آواز دہلی نے اپنے ۱۷ جنوری سنہ ۹۰ء کے شمارے میں شائع کیا ہے۔ یہ پروفیسر لکھتے ہیں کہ:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رام دھرم کا عروج تیرہویں صدی عیسوی میں ہوا۔ رامانندی فرقہ کی ترقی کے ساتھ ان کی جڑیں بھی مضبوط ہو گئیں اور سولہویں صدی میں رام کی کہانی وجود میں آئی۔" پھر پانچویں پیراگراف میں لکھتے ہیں کہ:

"پندرھویں اور سولہویں صدی میں بھی رامانندی اجودھیا میں بڑے پیمانے پر آباد ہو رہے تھے اور اٹھارویں صدی میں رامانندی سادھو یہاں بڑے پیمانے پر آباد ہوتے نظر آتے ہیں، اس کے بعد آنے والی صدیوں میں انہوں نے اجودھیا میں اپنے مندر بنوائے۔ رامانندی فرقہ راماننند کی جانب منسوب ہے جو چودھویں صدی کے مشہور ہندو مصلح گذرے ہیں۔"

ان ہندو دانشوروں کی تحقیق کے مطابق اجودھیا میں رام دھرم کا فروغ تیرھویں صدی عیسوی کے مطابق ۶۰۰ھ میں ہوا اور ان کی اس ترقی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے مطابق بارہویں صدی ہجری میں یہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گیا اور اسی زمانے میں اجودھیا میں ان کے مندروں کی تعمیر ہوئی ہے اس کی تائید الیگزینڈر کننگھم کی رپورٹ ۱۸۶۲ء جلد اول سے بھی ہوتی ہے۔ کننگھم ہندوستان کے آثار قدیمہ کا بہت بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے اس کی رپورٹیں آج بھی تاریخی و تحقیقی کاموں کے لئے ناگزیر سمجھی جاتی ہیں وہ بھی اجودھیا کے بارے میں لکھتا ہے۔

"اجودھیا کا موجودہ شہر پرانے شہر کے اتر پورب میں واقع ہے لمبائی میں دو میل ہے اور پون چوڑائی ہے لیکن اس شہر کا آدھا حصہ بھی عمارتوں سے آباد نہیں ہے پورے شہر پر زوال کے آثار ہیں۔ کھنڈروں کے اونچے نیچے ٹیلے بھی نہیں ہیں، وہاں ٹوٹی پھوٹی مورتیاں بھی نہیں ملتی ہیں منقش ستون بھی نہیں پائے جاتے ہیں، جیسا کہ دوسرے شہروں کے ویرانے میں پائے جاتے ہیں۔" کچھ آگے چل کر رقم طراز ہیں۔

اجودھیا میں برہمنوں کے مندر ہیں ان میں اثری خوبیاں نہیں ہیں بعض مندروں کی تفصیل بتاتے ہوئے یوں لکھتا ہے۔

"رام کوٹ کا ہنومان گڑھی شہر کے پورب میں ہے یہ چھوٹا سا قلعہ ہے جو دیواروں سے گھرا ہے ایک جدید مندر کو گھیرے ہوئے ہے جو ایک ٹیلے کے اوپر ہے رام کوٹ یقیناً پرانا ہے اس کا تعلق منی پربت سے ہے ہنومان کا مندر زیادہ پرانا نہیں ہے اورنگ زیب رحمہ اللہ کے عہد سے پہلے کا نہیں ہے۔ شہر کے پوربی کونے میں رام گھاٹ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں رام چندر نے اشنان کیا سورگ دواری کا پھاٹک ہے اتر پورب میں اس کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس کے پاس لچھمن گھاٹ ہے اسی کے پاس رام چندر کے بھائی لچھمن نے اشنان کیا تھا اور یہاں سے ہی چوتھائی میل کے فاصلہ پر شہر کے قلب میں جنم استھان کا مندر کھڑا ہے یہاں رام چندر پیدا ہوئے تھے۔" کننگھم کی اس رپورٹ سے بھی صاف طور پر یہی پتہ چلتا ہے کہ اجودھیا کے مندر جدید اور نئے ہیں۔ جنرل کننگھم یہ بھی بتاتا ہے کہ رام چندر کی جائے پیدائش کا مندر یعنی جنم استھان ہے مندر قلب شہر میں موجود ہے اس رپورٹ میں محض ایک جنم استھان مندر کی نشاندہی کی گئی ہے مگر اس کے برعکس آریہ سماجی لیڈر سوامی اگنی ویش کے بقول اس اجودھیا میں رام کے نام سے پندرہ جنم بھومی مندر موجود ہیں اور ہر مندر کا پجاری دعویٰ کرتا ہے کہ رام جی میرے مندر میں پیدا ہوئے تھے۔

(انٹرویو سوامی اگنی ویش ہفت روزہ نئی دہلی سورتا ۱۹ اگست ۱۹۹۰ء)

پٹنہ اور دہلی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے سابق صدر قدیم ہندوستانی تاریخ کے ماہر ڈاکٹر رام سرن شرما اپنی کتاب "کمیونل ہسٹری اور رام کی اجودھیا" میں لکھتے ہیں۔

"جب ہم ہندو تقاید کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اجودھیا کو مسلمانوں کے دور میں تیرتھ کی حیثیت حاصل ہوئی ہے اس سے قبل اجودھیا کو یہ مقام حاصل نہیں تھا۔ وشنو سمرتی کے باب ۸۵ میں باون تیرتھ گاہوں کی ایک فہرست ہے جس میں شہروں، تالابوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے نام موجود ہیں لیکن اس فہرست میں اجودھیا کا نام موجود نہیں ہے اس سمرتی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی کے قریب کی ہے اور اس میں درج تیرتھ گاہوں کی فہرست قدیم ترین فہرست ہے اب تک اترپردیش کے کسی بھی حصہ میں سولہویں صدی سے پہلے کا کوئی رام مندر نہیں پایا گیا ہے۔"

(ص ۳، ہندی ایڈیشن نئی دہلی ۱۹۸۶ء)

تاریخ کے ان ٹھوس دلائل سے یہ بات پوری طرح روشن ہوگئی ہے کہ سولہویں صدی عیسوی سے پہلے کسی بھی زمانے میں اجودھیا کی سرزمین پر رام جنم استھان کے نام سے کسی مندر کا وجود نہیں تھا۔

سولہویں صدی کے بعد اس نام سے جو مندر وہاں تعمیر ہوئے وہ اب تک اپنی حالت میں موجود ہیں، پھر یہ سارے مندر بابری مسجد کی تعمیر کے بعد بنائے گئے ہیں۔ اس لئے پورے وثوق اور ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ رام جنم استھان مندر کے مسمار کرنے اور اس کے ملبہ سے بابری مسجد کی تعمیر کی روایت ایک من گھڑت اور فرضی افسانہ ہے تاریخی حقائق و واقعات سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں۔

بابری مسجد کی صحیح تاریخی حیثیت

تاریخ کے اس غلط استعمال کے پیچھے درحقیقت سیاسی بالادستی اور مذہبی جارحیت کے رجحانات کام کر رہے ہیں ورنہ بابری مسجد کی تاریخی حیثیت اس درجہ واضح ہے کہ اس کے خلاف کسی انصاف پسند کے لئے ایک حرف بھی کہنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کی تاریخی حیثیت اس کے کتبات سے ظاہر ہے جسے کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو حسن اتفاق کہیے یا قدرت کے دست غیب کی حفاظت کہ ساری منفی کارروائیوں اور تمام تر تبدیلیوں کے باوجود ابھی تک بابری مسجد میں ایک کے بجائے دو کتبات محفوظ ہیں ان میں سے پہلا کتبہ تو مسقف حصہ کے درمیانی مرکزی در کے اوپر نصب ہے جو پتھر کی ۲ میٹر لمبی اور ۵۵ سینٹی میٹر چوڑی تختی پر ہے جس پر بسم اللہ کے علاوہ تین سطروں میں آٹھ اشعار لکھے ہوئے ہیں جن میں پانچویں شعر کے دوسرے مصرعے میں بانی کا نام وطنی نسبت کے ساتھ نظم کیا گیا ہے اور آٹھویں شعر کا دوسرا مصرعہ تعمیر کی تاریخ پر مشتمل ہے

کتبہ کے اشعار حسب ذیل ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام آنکہ او دانا است اکبر
کہ خالق جملہ عالم لامکانی
درود مصطفےٰ بعد از ستائش

کہ سرور انبیاء زبدہ جہانی
فسانہ در جہاں بابر قلندر
کہ شد در دور گیتی کامرانی

چنانکہ ہفت کشور در گرفتہ
زمین راچوں میان آسمانی
دراں حضرت یکے سید معظم

کہ نامش میر باقی اصفہانی
مشیر سلطنت تدبیر ملکش
کہ این مسجد حصار مست بانی

خدایا در جہاں تا جند ماند
کہ چتر و تخت و بخت زندگانی
در این عہد در دیں تاریخ میلا

کہ شد پیج دس بودہ نشانی
تمت نظم المدح والتوصیف ربنا
کتبہ الضعیف نحیف فتح اللہ محمد غوری

ان اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد بابر کی شان میں توصیفی کلمات ہیں اس کے بعد مسجد کے بانی سید معظم میر باقی اصفہانی کا ذکر ہے آخر کے اشعار میں بانی مسجد میر باقی کے حق میں دعا ہے کہ خدایا دنیا میں ان کے کار خیر یعنی تعمیر مسجد اور ان کی شان و شوکت کو تابندہ اور پائندہ رکھیو تاکہ ۹۳۵ھ کی یادگار باقی ہے مسٹر بیورج نے اپنے ترجمہ "دی بابرنامہ ان انگلش" جلد نمبر ۲ کے ضمیمہ میں بابری مسجد اجودھیا کے کتبات کے عنوان سے اس کتبے کے اوپر کے تین اشعار درج کئے ہیں بقیہ کو چھوڑ دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ اشعار ان سے پڑھے نہیں گئے۔

دوسرا کتبہ جو مسجد کے اندر ممبر کے داہنے جانب تھا

بنشائے بابر خدیو جہاں
بنائیکہ با کاخ گردوں عناں

بنا کرد ایں خانہ پائیدار
امیر سعادت نشانے میرخانے

بماند ہمیشہ چنیں بانیش
چناں شہریار زمینے درزماں

تیسرا کتبہ جو ممبر کے دائیں جانب ہے

بفرمودہ شاہ بابر کہ عدلش
بنائیست با کاخ گردوں ملاقی

بنا کرد ایں مہبط قدسیاں را
امیر سعادت نشاں میر باقی
بود خیر باقی رسال نبائش
عیاں شد چو گفتم بود خیر باقی

پہلا اور تیسرا کتبہ اب تک مسجد میں نصب تھا چونکہ اس وقت مسجد غیروں کے ناجائز قبضے میں ہے اس لئے قطعی طور پر یہ بات نہیں کہی جا سکتی یہ کتبات اب بھی بحالہ موجود ہیں البتہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ کتبات اپنی اصلی شکل میں باقی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

البتہ دوسرا کتبہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کے فرقہ وارانہ فساد کے موقع پر فسادیوں کی دست برد کی نذر ہوگیا۔ اس فساد کے موقع پر فسادیوں نے اپنے طور پر

اس بات کی پوری کوشش کی تھی کہ مسجد کی اسلامی حیثیت کو بدل دیں جس کی تھوڑی سی تفصیل آئندہ سطور میں پیش کی جائے گی ان تینوں کتبوں کی علم اور فوٹو ضمیمہ فارسی وعربی ہندوستانی کتاب ناگپور میں موجود ہیں جسے وہاں دیکھا جا سکتا ہے اس لئے کتبوں کی فی الوقت مسجد میں ہونے یا نہ ہونے سے ان کی تاریخی سند کسی طرح کم نہ ہوں گی کیونکہ اس کی مستند نقلیں محکمۂ آثار قدیمہ اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کتبات سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسجد کو بابر کے ایک امیر میر باقی نے ۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں تعمیر کرایا تھا چونکہ یہ تعمیر عہد بابری میں ہوئی تھی اس لئے بابری مسجد کے نام سے موسوم ہو گئی۔

گذشتہ بالا سطور میں بیان ہوئے تاریخی ٹھوس دلائل کے علاوہ خود کا جائے وقوع بزبان حال یہی کہتا ہے کہ یہاں مندر نہیں تھا کیونکہ بابری مسجد کی چار دیواری سے متصل پورب و دکھن جانب سالار مسعود غازی کے رفقاء کے مزارات ہیں آج کل گنج شہیداں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسعود سالار غازی اس دیار میں پانچویں صدی ہجری بمطابق گیارہویں صدی عیسوی کے لگ بھگ آئے تھے۔ پھر گنج شہیداں سے چند گز کے فاصلے پر قاضی قدوۃ الدین کا مقبرہ ہے یہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی یعنی شیخ عثمانی ہرونی کے خلیفہ ہیں اور چھٹی صدی ہجری میں اجودھیا آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان کی نسل کے لوگ آج بھی اس اطراف میں موجود ہیں۔ اور قدوائی کی نسبت سے جانے جاتے ہیں علاوہ ازیں مسجد سے متصل قدیم قبرستان کا ایک سلسلہ ہے جو دور تک چلا گیا ہے ان قبروں کا وجود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں کوئی مندر نہیں تھا کیونکہ مندروں اور تیرتھ استھانوں کے قریب عام طور پر مسلمانوں کے مزارات نہیں ہوتے ان مزارات کے بعد محلہ تقیانہ اور ایک مسلم محلہ کی آبادی شروع ہو جاتی ہے جس میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا آبائی مکان تھا حضرت چراغ دہلی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ اور جانشین تھے یہ اجودھیا کے اصل باشندہ تھے

پھر محلہ کے پورب ذرا سے فاصلے پر محلہ بیگم پورہ تھا جو نواباں اودھ کے دور تک خالص مسلم آبادی پر مشتمل تھا اور مسجد سے اتر جانب احاطۂ مسجد سے بالکل متصل تقریباً پندرہ میٹر چوڑی سڑک ہے اس سڑک کے اتر پورب سمت جنم استھان کا احاطہ ہے جس کا ذکر کنگھم کی رپورٹ میں کیا گیا ہے اصل اس قدیم سڑک سے دکھن جانب خالص مسلمانوں کی آبادی اور ان کے قدیم مزارات ہیں جس میں نوابان اودھ کے زمانے سے پہلے نہ ہندو آبادی تھی اور نہ کوئی مندر وغیرہ۔ ان کے مندر اور آبادی سب کے سب اتری سمت ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی جگہ پہلے ہی سے مسلمانوں کی ملکیت میں تھی، یہی وجہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے عمل دخل سے پہلے کسی بھی زمانے میں مسجد و مندر کے جھگڑے کا سراغ نہیں ملتا حتیٰ کہ تلسی داس جو رام دھرم کے زبردست پجاری اور مسلمانوں کو ملیچھ سے کم الفاظ میں ذکر کرنے کے روادار نہیں تھے انہوں نے بھی اپنی کسی بھی تحریر میں یہ نہیں لکھا ہے کہ بابری مسجد بر مقام جنم استھان کو توڑ کر بنائی گئی ہے۔

دراصل یہ جھگڑا انگریزوں اور حکومت کی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کا رہین منت ہے اور ایسٹ انڈیا ایجنٹ کاروں کے ذریعہ وجود میں لایا گیا ہے کیونکہ ہندوؤں میں ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہا ہے جو اپنے مذہب کے آگے کسی بھی مذہب کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہندوستان کے سیاسی اقتدار پر اپنا تسلط پائیدار کرنے کی غرض سے ان جارح پسندوں کو آلۂ کار بنایا گیا۔ چنانچہ نواب واجد علی کے عہد ۱۲۷۱ھ بمطابق ۱۸۵۵ء میں ان فرقہ پرستوں نے اورنگ زیب عالمگیر کی تعمیر کردہ ایک مسجد کو منہدم کر کے ہنومان گڑھی میں شامل کر لیا جس کی بازیابی کے لئے شاہ غلام حسین اودھی اور مولانا سید امیر علی امیٹھوی نے یکے بعد دیگرے مسلح جدوجہد کی جسے کپتان انگریز بیڈسا ار اور کپتان بارلو وغیرہ نے بزور طاقت کچل دیا۔ ان دونوں تحریکوں میں تقریباً پانچ سات سو مسلمان شہید ہوئے عالمگیری مسجد پر قبضہ کرنے کے بعد ان فرقہ پرستوں نے اپنا نشانہ بابری مسجد کو بنایا چنانچہ عالمگیری مسجد پر تصرف بے جا کے تین سال بعد ۱۸۵۸ء میں رات کی تاریکیوں میں چند بیراگیوں نے مسجد میں گھس کر محراب و منبر کے قریب ایک گڑھا کھود کر اس کے گرد چار انگل بلند منڈیر بنا کر اس میں آگ روشن کر دی مسجد کے اندر کی دیواروں پر جا بجا کوئلے سے رام لکھ دیا، صبح کو جب اس وقت کے امام محمد اصغر نے مسجد کی یہ کیفیت دیکھی تو عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا چنانچہ عدالت کے حکم سے وہ گڑھا پاٹ دیا گیا اور مسجد کی صفائی کرا دی گئی پھر ۱۸۶۰ء میں ہنتوں نے کوشش کی کہ مسجد کی ایک دیوار کو توڑ کر اپنی ایک دیوار بنا لیں اور اس میں نیا دروازہ لگا لیں مسجد کے امام و خطیب محمد اصغر کی جانب سے درخواست دائر کی گئی کہ دیوار مسجد گرا دی ہے اس لئے انہیں تصرف کرنے سے روکا جائے۔

بعد ازاں مارچ ۱۹۳۴ء کو دونوں فرقوں کے درمیان زبردست تصادم ہوا اس مرتبہ بلوائیوں نے مسجد کی دیوار منہدم کر دی مسجد کے صحن میں ہوم کا گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا دی، مسجد کے اندرونی حصہ میں مختلف رنگوں کی مورتیوں کی تصویریں بنا دیں اور رام رام لکھ دیا۔ محراب کے دائیں بائیں جانب دو کتبے لگے تھے وہ بھی اکھاڑ دیئے گئے۔

صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے جمعیۃ علماء کے صدر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے خود اجودھیا جا کر حالات کی تحقیق کی اور واپس آ کر ورکنگ کمیٹی کو اپنی مفصل رپورٹ پیش کی چونکہ حکومت بلوائیوں کی حمایت کر رہی تھی اور مسلمانوں کو مرمت اور صفائی کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ اس لئے ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ مجلس احرار کے تعاون سے تبلیغی رضا کار اجودھیا جائیں اور قانون شکنی کرتے ہوئے مسجد کی خود مرمت کریں۔

اس تجویز کے مطابق اکیس اپریل ۱۹۳۴ء کو رضا کاروں کا پہلا جتھہ اجودھیا پہنچ گیا حکومت کو اس کی اطلاع ملی تو صورت حال کے بگڑنے کے خوف سے اس نے یہ اعلان کر دیا کہ حکومت اپنے مصارف سے مسجد کی شکست و ریخت کی مرمت اور صفائی کروائے گی چنانچہ اعلان کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس کے بعد ۲۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی درمیانی شب میں ضلع مجسٹریٹ کی سازش سے کچھ ہنتوں نے عین محراب میں مورتی رکھ دی صبح کو مسلمان نماز پڑھنے گئے تو مورتی دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ کیا ماجرا ہے اسی وقت مجسٹریٹ سے مورتی نکالنے کا مطالبہ کیا گیا چونکہ مورتی رکھنے کی سازش میں وہ خود شریک تھے اس لئے کوئی کارروائی نہیں کی

اس انتہائی مجرمانہ حرکت پر پورے ملک میں بے چینی پھیل گئی چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کے اکابر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ نے اس سلسلے میں جواہر لال سے خصوصی گفتگو کی چنانچہ جواہر لال نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ اتر پردیش کو لکھا کہ اس میں سے مورتی ہٹا دی جائے چنانچہ وزیر اعلیٰ نے ضلع مجسٹریٹ کو آرڈر جاری کیا کہ مورتی فوراً ہٹا دی جائے اس نے مورتی ہٹانے کی

بجائے جنتوں سے یہ کہا کہ میرے پاس اوپر سے آرڈر آ گیا ہے لیکن میں چند دن تک توقف کر سکتا ہوں تم لوگ اس درمیان میں اسٹے آرڈر حاصل کر لو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسٹے لے لیا اور

مورتی مسجد سے ہٹائی نہ جا سکی اور نقض امن کی بنیاد پر مسجد کو قرق کر کے رسیور مقرر کر دیا گیا۔

پھر بھی عام ہندوؤں کو پوجا پاٹ کی اجازت نہیں تھی

اس وقت سے مقدمات کا سلسلہ جاری ہے کہ ۲۵ جنوری ۸۶ء کو انتہائی غیر قانونی فیصلے کے ذریعہ مسجد کو عام ہندوؤں تک جو کام ایک بڑے بیسے کی پوجا پاٹ کے لئے کھول دیا گیا۔ اس طرح

باقی صفحہ ۱۱ پر

بقیہ : بزم

ایک ایسا زخم تھا جس سے اطباء عاجز ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک لعاب دہن پر رکھی اس کے بعد انگلی مٹی پر رکھی۔ پھر انگلی اٹھا کر زخم پر رکھی۔ پھر فرمایا یا سملک اللهم ریق بعضنا بتربة ارضنا لیشفی سقیمنا باذن ربنا۔

(پھر وہ پاؤں صحیح ہو گیا۔) (بیہقی)

محمد بن حاطب سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میرے ہاتھ پر ہانڈی گر پڑی اور وہ جل گیا۔ تو مجھے میری والدہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن میرے ہاتھ پر لگایا۔ اور فرمایا۔

اذھب الباس رب الناس الخ

وہ ہاتھ فوراً ٹھیک ہو گیا۔

(بیہقی، بخاری فی التاریخ، حاکم ابونعیم)

تذکرہ صحابیاتؓ

حضرت اُم حرامؓ

نام و نسب نام معلوم نہیں، ام حرام کنیت تھی قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھیں، سلسلہ نسب یہ ہے ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، والدہ کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی دختر تھیں، اس بناء پر ام حرام حضرت ام سلیمؓ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا کچھ رشتہ تھا۔

نکاح عمرو بن قیس انصاریؓ سے نکاح ہوا (تہذیب ج ۱۲ ص ۴۶۲) لیکن جب انہوں نے احد میں شہادت پائی تو حضرت عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں آئیں، جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے۔

عام حالات اور وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی قبا کی طرف تشریف لے جاتے تو حضرت ام حرامؓ کے گھر آتے اور کھانا نوش فرماتے تھے (حجۃ الوداع زرقانی ج ص ۱۹۹ و اصابہ ج ۸ ص ۲۲۲ و ۲۲۳) اسکے بعد ایک روز آپؐ تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو حضرت ام حرامؓ نے جوئیں دیکھنا شروع کر دیں آپ کو نیند آ گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے اور فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ "میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں غزوہ کے ارادہ سے سوار ہیں" حضرت ام حرامؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں" آپ نے دعا کی اور پھر آرام فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ کیا۔ حضرت ام حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی فرمایا تم اہل جماعت کے ساتھ ہو اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی۔

حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمرؓ کی طرف سے شام کے حاکم تھے انہوں نے متعدد بار جزیرہ پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی انہوں نے جزیرہ قبرص (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا اس حملہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے حضرت ابوذرؓ، حضرت ابوالدرداؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ام حرامؓ بھی ان ہی میں داخل تھیں (اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۷۵) بحر احمر (زرقانی ج ۱ ص ۱۸) کے ساحل سے روانہ ہوا اور قبرص فتح ہو گیا۔ واپسی میں حضرت ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گریں اور جان بحق تسلیم

ادرک معدہ کے لئے تقویت بخش ہے

[illegible]

ہوئی۔ لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۹) **اولاد** حضرت ام حرامؓ سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ اور حضرت عبادہؓ سے محمد۔ **فضل و کمال** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں راویوں میں حضرت عبادہؓ، حضرت انسؓ، عمرو بن اسود، عطاء بن یسار اور یعلی بن شداد بن اوس ہیں۔

تحریر: جناب کے۔ ایم سلیم صاحب راولپنڈی

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

قسط: ۲

مرزا طاہر پوتا اور مرزا قادیانی دادا کے نظریات میں دلچسپ تضاد

ب: "کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے۔"

اور پھر یہ الہام ہوا:

"کل مقابر الارض لاتقابل ھذہ الارض"

یعنی روئے زمین کی تمام قبریں اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (مندرجہ بالا حوالہ قادیانی مذہب فصل نمبر ۱۰ ص ۳۶۲)

(۱۳)

مرزا طاہر پوتا کہتے ہیں

میرے دادا مرزا غلام احمد نے حضرت امام حسینؓ کی توہین نہیں کی اور ان کے ذکر کو گو نہ یعنی ٹٹی کا ڈھیر قرار نہیں دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی (دادا) کہتے ہیں

الف: "تم نے یعنی اے شیعہ قوم خدا کے جلال اور مجد کو دھوکہ دیا اور تمہارا ورد صرف حسینؓ ہے کیا تو انکار کرتا ہے پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے کستوری کی خوشبو کے پاس گو نہ (گندگی) کا ڈھیر ہے (یعنی پاخانہ کا ڈھیر ہے)۔"

(اعجاز احمدی ص ۸۲ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

(۱۹ ص ۱۹۴ خزائن)

ب: "اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسینؓ تمہارا نجات دہندہ ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔"

دافع البلاء ص ۱۳ (خزائن ۱۸ ۔ ۲۳۳)

ہر آنیست ..... آنم

صد حسین است در گریبانم

نزول المسیح ص ۹۹ (۱۸ ۔ ۴۷۷)

ج: "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور حدیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد) حسینؓ سے افضل ہے اور جامع کمالات متفرقہ ہے۔"

کتاب نزول المسیح ص ۴۸ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی

(خزائن ۱۸ ۔ ۴۲۶)

د: "اور مجھ میں اور تمہارے حسینؓ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین ... نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں۔"

پس تم دیکھو کہ اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین، دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔

کتاب اعجاز احمدی ص ۸۱ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی

(خزائن ۱۹ ۔ ۱۹۳)

عربی عبارت "وَ وَاللہ لیست فیہ منی زیادۃ، و عندی شہادات من اللہ فانظروا، وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدا فالفرق اجلی واظہر"

نوٹ: ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

(خزائن ۱۹ ۔ ۱۹۳)

(۱۴)

مرزا طاہر پوتا کہتے ہیں

مرزا غلام احمد نے جھوٹے مدعیان نبوت کا ساتھ دیا کر ... کے جھوٹ کا ثبوت نہیں کیا۔

تبصرہ نمبر ۵

(۱) جھوٹا مدعی نبوت طلیحہ اسدی اور جھوٹا مدعی مرزا غلام احمد میں مماثلت:۔

طلیحہ اسدی ایک چادر اوڑھ کے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے الگ ایک طرف بیٹھ کر کہتا تھا کہ "میرے پاس جبرائیل آیا تھا اور وہ یہ کہہ کر گیا ہے ...... اسی طرح مرزا غلام احمد نے کہا۔

(کتاب وحی مقدس مجموعہ الہامات و مکاشفات ص ۴۹۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

آمد نزد من جبرائیل علیہ السلام و مرا برگزید و گردش داد انگشت خود را واشارہ کرد خدا ترا از دشمنان نگہ خواہد داشت۔

ترجمہ: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا تجھے دشمنوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

(۲) جھوٹی مدعیہ نبوت سجاح بنت الحارث اور جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی میں مماثلت:۔

سجاح بنت الحارث نے اپنی شریعت میں نکاح جائز کر دیا اسی لئے بہت سے لوگ اس کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد نے بھی بحوالہ اخبار پیغام صلح جلد ۲۳ نمبر ۱۵ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۵ء ڈاکٹر بشارت احمد اگر حضرت شیخ (مرزا غلام احمد) بھانگ اور زہر کا استعمال کر لیتے تھے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا۔

خط مرزا غلام احمد از مکتوبات مرزا غلام احمد

"بھی اخویم حکیم حسین صاحب ..... ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔"

خطوط مرزا "۲۹" حاشیہ مصنف حکیم محمد علی امرتسری

پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب ملا کہ "ٹانک وائن" ایک طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔

(۳) جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد

مسیلمہ کذاب کا تمام سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی میں نظر آتا ہے اور وہ مسیلمہ کی حرکات کا مطالعہ کرکے اس کے نقش قدم پر چلا۔ مماثلت کے چند پہلو یہ ہیں۔

مرزا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد میں ——— مماثلت۔

مسیلمہ کذاب۔ ا۔ قبائل میں سربراہ بننے کی خواہش میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

غلام احمد کذاب۔ الف۔ علاقہ میں معزز بننے کی خواہش ظاہر کی، نبوت کا دعویٰ کیا۔

قادیانی مذہب فصل ۳، ص ۲۲۴۔

۲۔ مسیلمہ کذاب۔ مسیلمہ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے کے لئے آیت نازل ہوئی۔

ب۔ غلام احمد کذاب: غلام احمد نے بھی مباہلہ کی نقل کرنی شروع کردی اور کئی مباہلے کئے اور بالخصوص عیسائی پادری عبداللہ آتھم کے ساتھ۔

انجام آتھم ص ۳۱، (خزائن ۱۱۔۳۱)

۳۔ مسیلمہ کذاب: فرض نمازوں میں مشروعیت ختم کردی جو نماز عشاء اور فجر کی رخصت اپنی شریعت میں پیدا کردی۔

ج۔ غلام احمد کذاب: غلام احمد نے بھی اپنی شریعت میں نمازیں جمع کرکے پڑھیں تاکہ بار بار نماز پڑھنے میں وقت ضائع نہ ہو۔

سیرۃ المہدی ص ۲۰۲، حصہ سوم

(۱۵)

مرزا طاہر (پوتا) کہتے ہیں۔

"میرے دادا نے انگریزوں کے ایما پر اسلامی طریقہ جہاد کو منسوخ نہیں کیا۔

مرزا غلام احمد (دادا) کہتے ہیں

الف: "میں نے برابر اٹھارہ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھہرایا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں چنانچہ اس مقصد کی انجام دہی کے لئے اپنی ہر ایک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔"

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء لائق توجہ جلد دوم ص ۱۲

(گورنمنٹ جناب ملکہ معظمہ اور جناب گورنر جنرل صاحب)

ب: "اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگریز (انگلیشیہ) کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اور بعض کم فہم لوگوں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کردوں۔

درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہ

مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مجموعہ ص ۱۱، جلد سوم

ج: "میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس انگریزی سلطنت کے لئے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دل کو خراب کرتے ہیں ان کے دل سے معدوم ہو جائیں۔

کتاب تریاق القلوب ص ۱۵، ۱۹۔ (خزائن ۱۵۔ ۱۵۵)

د: "اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے

(خزائن ۱۵۔ ۱۵۵) (تریاق القلوب ص ۱۵)

ھ: میں نے بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کر دی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں ہے۔

(آئینہ کمالات ص ۵۱۱) (قادیانی مذہب ۵۸۲)

(۱۴)

مرزا طاہر (پوتا) کہتا ہے

میرے دادا نے تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا

نیز غلام احمد (دادا) کہتے ہیں۔

الف: "سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا وہ صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے۔

کتاب اربعین نمبر ۴، ص ۶، مصنف مرزا غلام احمد قادیانی

(خزائن ۱۷۔ ۴۳۵)

ب: "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہیں اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے....

خدا نے میری تعلیم اور میری وحی کو تمام انسانوں کے لئے معیار نجات قرار دیا جس کی آنکھیں ہوں دیکھیں

کتاب اربعین نمبر ۴، ص ۶، حاشیہ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی۔ (خزائن ۱۷۔ ۴۳۵)

ج: مطلع قادیان پر تو چمکا
چمکے شمس الہدیٰ سلام علیک
مہدی عہد عیسیٰ موعود
اے احمد مجتبیٰ سلام علیک
مانتے ہیں تیری رسالت کو
اے رسول خدا سلام علیک

اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۶ ص ۱، مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۹ء

قادیانی مذہب فصل چوتھی ص ۲۹۰۔

یہاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے کہا ہے

ھ: خدا نے دوبارہ بعض احکام قرآن دے کر مسیح موعود مرزا غلام احمد کو ایک اہم رنگ میں تشریعی نبی قرار دیا ہے۔ یہ بھی حضرت صاحب کی مرزا غلام احمد کو صاحب شریعت بنانے کی ایک ابتداء ہے۔

کتاب المہدی ص ۵۔ ص ۱۴۔ مؤلف حکیم محمد حسین قادیانی لاہوری۔

و: ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں اور اس کے سب نوروں میں آخری نور ہوں یعنی (خاتم النبیین) بد قسمت ہے جو مجھے چھوڑتا ہے۔

کتاب کشتی نوح ص ۵۶۔ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی

(روحانی خزائن ۱۹۔ ۶۱)

As a socio-psychological phenomenon the issue has become much more complicated. It is not a question of adopting a new faith or theory. It is much more than that. It is tantamount to admitting to ourselves that our parents and forefathers had been following the "wrong path" and that they died as such. Sentimentally it is not an easy thing to do. Generally people are inclined to take the easy way out and let the sleeping dogs lie. The Holy Qur'an describes the mental attitude of such people by quoting the excuse they give in saying: "This is the path we found our forefathers on."

May Allah have mercy on such people and guide them to the right path.

Mr. Tahir Ahmad! If you have any sense, read the writing on the wall: THE UGLY FACE OF QADIYANIAT HAS BEEN EXPOSED UNIVERSALLY AND THE DAYS OF THIS RELIGIOUS FRAUD ARE NUMBERED NOW.

Ronninge, Sweden. 1990 08 01..Ahmad Odeh

بقیہ : اتباع رسول

پھر بھی بلال حبشی کے ایمان کی قیمت نہیں۔ اس کی قیمت تو اللہ نے جنت بنائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی سیر فرما رہے ہیں۔ آپ کے آگے آگے کسی کے قدموں کی چاپ آرہی ہے۔ جوتوں کی کھٹکار ہے۔ پوچھا یہ کس کی کھٹکار ہے؟ آدمی تو کوئی نظر نہیں آتا۔

جواب ملا آپ کا غلام ہے بلال حبشی رض۔ فرمایا کیا وہ جنت میں پہنچ گیا ہے۔ ابھی تو وہ فوت بھی نہیں ہوا اور معراج میرے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جواب ملا۔ آپ کا غلام مکے کی گلیوں میں چلتا ہے۔ چلتا تو مکے کی گلیوں میں ہے اس کے قدموں کی کھٹکار بہشت میں آتی ہے؟ ابولہب بھی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ بلال بھی مٹی کا بنا ہوا ہے لیکن درجہ جدا جدا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی کے اور تابعدار کے اطاعت گزار کے درجے جدا جدا ہیں۔

صحابہ کرام رض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے گھروں کو چھوڑا۔ اپنے وطن کو چھوڑا اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا۔ اپنی آسائشوں کو چھوڑا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر فدا تھے۔ اور اے مسلمان آج تو شادی پر فلمی گانے بند نہیں کرسکتا اور وہ بھی ربیع الاول کے مہینے میں۔ آج ہم نے یہ مذاق بنا رکھا ہے۔ جھنڈیاں باندھ لیں۔ بکرے پکالیں۔ چاول پکا دیئے۔ جلوہ نکال دیا۔۔۔ یہ کیا ہیں جی۔۔۔۔ یہ عاشق رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو طریقے کو پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔ نافرمانی کرنے میں کوئی شرم نہیں۔۔۔۔ یہ عاشق رسول ہیں یہ محب النبی ہیں۔ میرے بھائی صحابی رض کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ سچے عاشق تو صحابہ رض تھے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایک ایک ادا پر جان قربان کرتے تھے۔ سچے عاشق بنو۔

سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تابعداری کا نام محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم اور فرمان کو بسر و چشم اور بلا کسی پس و پیش کے فوراً قبول کرلینا چاہیے کہ یہی نجات کی راہ اور خوشنودی خداوندی کا سیدھا راستہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور آپ کے ارشادات و فرمودات کو اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیئے۔ اصل چیز اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

"المنبہات" میں حدیث نبوی یوں ہے کہ سچی محبت کا اظہار تین خصلتوں پر ہے۔

۱:۔ محبوب کی باتوں کو غیر کے اقوال پر ترجیح دے۔

۲:۔ محبوب کی محبت کو غیر کی ہم نشینی پر فوقیت دے۔

۳:۔ محبوب کی رضا کو غیر کی رضا پر مقدم جانے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے عظیم الشان جلسے کیے جارہے ہیں اس مقدس عنوان پر تحریری اور تقریری مقابلوں کا زور ہے۔ اسی مبارک موضوع پر ذرائع ابلاغ اکثر مضامین اور ہدیۂ نعت پیش کرتے ہیں ان سب امور کے باوجود مسلمانوں میں اتباع رسول اور اطاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جو شخص محبت کا دعوی کرتا ہے مگر محبوب کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا اس کے اطوار و اوضاع کو پسند نہیں کرتا۔ اس کی سیرت و سنت کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ شخص اپنے دعوی میں سراسر جھوٹا ہے اور اس کا دل محبت و عظمت سے یکسر خالی ہے۔ ●●

بقیہ : گناہگار بندوں کیلئے خوشخبری

و حرام کی تمیز سے آنکھیں بند کرکے اس میں نہ پھنس جانا۔ اور یاد الہیٰ کو نہ بھول جانا۔

(از مکتوب ۸۱۔ دفتر اول سے)

"۔۔۔۔۔ وہ بندہ بدنصیب ہے اور بے سعادت ہے جو اپنے مولیٰ جل سلطانہ کی مرضی کے خلاف اپنی کوئی خواہش رکھے۔ اور اپنے مولیٰ جل سلطانہ کی اجازت کے بغیر اس کے ملک میں اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو غیر شرعی طریقہ پر اپنے استعمال میں لائے شرم کرنی چاہیئے کہ دنیا کے مجازی آقا کی مرضی کا تو خیال رہتا ہے اور کوئی نہیں چاہتا کہ ذرہ برابر اس میں کمی آجائے۔ مگر مولائے حقیقی نے بڑی تاکید اور مبالغہ سے امور نامرضیہ سے منع فرمایا ہے اور بہت سختی سے ان سے روکا ہے وہ اس کی مرضی کے امور ہے نہ رکنا کیا یہ اسلام ہے یا کفر؟ اس کی فکر کریں اور اب تک چونکہ زندہ ہو موقع ختم نہیں ہوا اور گذشتہ کا تدارک اب بھی ممکن ہے کیونکہ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔ (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو)

(از دفتر مکتوب ۹۹۔ دفتر دوم)

سب بندوں کو اللہ تعالیٰ کے اس بے پایاں رحمت کے اعلان کی بڑی قدر کرنی چاہیئے اور سب گناہوں سے توبہ کرکے بخشش الٰہی کا مستحق بننا چاہیئے۔

(d) Then again, in your letter No. 2225 dated 19/5/88, you expressed your satisfaction and appreciation of his work in these words: "May God bless you. It is God who has chosen you to do this historical duty."

There is much more of THANKING and PRAISING than the few examples I have quoted above. The question arises, however, as to what made you all of a sudden to change your estimation of him — so much so that in your Friday Sermon of the 8th December you started disparaging him in your vain attempt to assassinate his character. When you chose him for the highly responsible positions, such as listed below, was your judgement "Divinely inspired" or was it prompted by Satan? I think it was the will of God that Mr. Hassan Odeh be allowed to work his way into your confidence so that he should be given an opportunity to know from personal experience what kind of dirty tricks you and your henchmen are upto against Islam. You gave your Friday Sermon against the same person who, according to your own previous declarations, was chosen by God to be appointed to the following positions:

I. Leadership of the Youth Movement (Qaid Khuddam Ahmadiyah).

II. As a Missionary and Teacher of Religion in the United Kingdom, after having been sponsored for religious studies and training as a missionary in Qadian.

III. As the person Incharge of Arabic Division of your Ahmadiyah Establishment.

IV. As the Chief Editor of the only international Ahmadiyah Magazine in Arabic, under the name of "Al-Taqwa."

V. As the direct interpreter of your speeches and as more. And so on.

It is about time, Mr. Tahir Ahmad, that you started realizing that your strategy of evading the real points at issue between Qadianism and Islam is no longer helpful to you. The whole Muslim world has become aware of you and your ancestors' cheap lies. Especially after your foolish challenge of Mubahilah, the Muslim Ulama got a fresh chance to clarify the theological absurdities on which Qadianism is based. You have failed, and will never succeed, in refuting the arguments of those Ulama.

Similarly, you have not been able to deny the allegations which the learned scholar, Al-Hafiz Basheer Ahmad Masri, has made against the moral characters of the progeny and the successors of the Founder of Ahmadiyah Movement — Mirza Ghulam Ahmad. Al-Hafiz Masri has accepted your challenge of Mubahilah in such an explicit and logical way that you seem to have no answer to it and your lips have been sealed.

EPILOGUE

As Ahmadies, we were brought up not even to listen to the learned non-Ahmadi Ulama nor to rear their writings. We used to be told that they were "Kuffar." When Mr. Hassan Odeh, Mr. Salih Odeh, Mr. Sami Sulaiman and I came to know the truth about the Qadiani Mirza and his claims, we all left your Movement. Others likewise will follow suit as and when the real truth of the Qadiani Mirza and his "faith" dawns on them.

Rejecting Ahmadiyat, for the majority of the present Ahmadies (most of whom are the 3rd, the 4th, and even the 5th generations) is a socio-psychological problem which is more than the simple question of "faith" and "belief." They are all, as I was, mentally trapped in the Ahmadi tradition, culture and social compact because of various reasons such as inter-marriages and family ties.

Date: 1-8-1990.

An OPEN LETTER to Mr. Taher Ahmad the Head of the Qadianies

By AHMED ODEH (SWEDEN)

In your Friday Sermon of the 8th December 1989, you made quite a few wrong allegations against my brother Hassan Odeh. In order to clarify the position of my brother I wish to prove through this open letter that you are not only a stupid leader of your community but also an habitual liar.

In your attempt to explain away to your followers the reasons of Mr. Hassan Odeh's denunciation of Mirzaiyat, you have adopted the same tactics and subterfuge as your ancestors used to do before you. No doubt, as father as son.

Instead of sticking to facts, you have started making evasive statements, in order to hide the truth under your curses and swearing. In your Sermon you have not even touched upon the points which are the fundamental and most essential points which Mr. Hassan Odeh has raised in connection with his breaking away from your faction.

The main issue — the personality of your grandfather Mirza Ghulam Ahmad and his claims that he has been sent by Allah as the Promised Messiah and Mehdi, and other similar claims — all this has not been referred to in your Sermon.

Both Mr. Hassan Odeh and Mr. Salih Odeh have refuted Mirza Ghulam Ahmad's such claims in their proclamations of denunciation of Mirzaiyat. Why have you evaded all such issues ?

LIES

You might be able to hoodwink your own brainwashed followers, but to convince others, you shall have to lie much better. Do not you know that lying has been forbidden most emphatically in Islam?

Now you have started maligning Mr. Hassan Odeh with your lies, while previously you were full of praises and thanks for him. In case you have forgotten, let me quote here some of your own words of praises and thanks for the some person. The following quotations have been taken from the few papers only, that I have in file, otherwise there is much more material of the same kind of which I do not have any record at hand.

First of all, it is a known fact that the normal procedure in the administration of your Qadiani set-up is that no one is appointed to any responsible official position without your final approval as the "Khalifa" uses his own so-called "Divinely inspired" judgement to make the final decision about it.

(a) In your Letter No. 14491 dated 7/2/83 you wrote to Mr. Hassan Odeh: "I received your letter of 12/1/82 and in reading it I felt the smell of true faith and love.......".

(b) Giving your ref. No. 18 dated 3/11/84, the Director of the Ahmadiyah Foreign Mission (Mr. M.D. Shams) wrote to him, vide No. LM/40/3 dated 26/11/85: "I am pleased to inform you that you have been posted to the United Kingdom as an Ahmadiyah Muslim Missionary and a religious teacher."

(c) According to your Headquarters Ref. No. 1116 dated 27/1/86, Mr. Hassan Odeh's work in this field. You wrote to him: "May God bless you and thank you very much. It is a great and very important historical effort." (Dated 7/6/88).

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

شمع رسالت کے پروانو چلو

چلو چلو صدیق آباد چلو

نویں سالانہ عظیم الشان کُل پاکستان

یک روزہ

ختمِ نبوّت کانفرنس

مسلم کالونی صدیق آباد (ربوہ)

مورخہ ۲۳ نومبر ۹۰ء بروز جمعہ

نوٹ

کانفرنس صبح ۱۰ بجے شروع ہو کر رات گئے تک جاری رہے گی۔ شمع رسالت کے پروانے شرکت فرما کر اپنی دینی حمیّت کا ثبوت دیں

(مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری ناظمِ اعلیٰ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان فون ۴۰۹۷۸